بسم اللہ الرحمن الرحیم

جاء الحق وزھق الباطل

ماہنامہ

ضربِ حق

سرگودہا

مدیر: سید محمد سبطین شاہ نقوی

شمارہ نمبر 33 صفر ۱۴۳۳ھ جنوری ۲۰۱۲ء



- الیاس گھمن کے پمفلٹ ”آمین آہستہ کہنے کے دلائل“ کا جواب
- اللہ تعالیٰ سے ڈرنے کے فائدے
- مروجہ عید میلاد النبی کا تاریخی اور شرعی جائزہ
- غالی مقلدین اور وحید الزمان کی کتابیں
- مدلس راوی کی عن والی روایت ضعیف ہوتی ہے

www.ircpk.com

جامعہ امام بخاری اہل حدیث مقام حیات۔ سرگودھا

ایک ہندو کی فریاد/مسلم قوم کے نام

ایک ہی پربھو کی پوجا ہم اگر کرتے نہیں ۔۔۔ ایک ہی دربار پہ سر آپ بھی دھرتے نہیں

اپنی سجدہ گاہ دیوی کا اگر استھان ہے ۔۔۔ آپ کے سجدوں کا مرکز بھی تو قبرستان ہے

اپنے دیوتاؤں کی گنتی ہم اگر رکھتے نہیں ۔۔۔ آپ بھی مشکل کشاؤں کو تو گن سکتے نہیں

جتنے کنکر اتنے شنکر یہ اگر مشہور ہے ۔۔۔ جتنے مردے اتنے سجدے آپ کا دستور ہے

اپنے دیوی دیوتاؤں کو ہے اگر کچھ اختیار ۔۔۔ آپ کے ولیوں کی طاقت کا نہیں ہے کچھ شمار

وقت مشکل ہے اگر نعرہ جے بجرنگ بلی ۔۔۔ آپ کو دیکھا لگاتے نعرہ یا حیدر علی

لیتا ہے اوتار پربھو اپنا گر ہر دیش میں ۔۔۔ آپ نے سمجھا خدا کو مصطفیٰ کے بھیس میں

جس طرح ہم ہیں بجاتے مندروں میں گھنٹیاں ۔۔۔ تربتوں پر آپ کو دیکھا بجاتے تالیاں

ہم بھجن کرتے ہیں گا کر دیوتا کی خوبیاں ۔۔۔ آپ بھی قبروں پر گاتے جھوم کر قوالیاں

ہم چڑھاتے ہیں بتوں پر دودھ یا پانی کی دھار ۔۔۔ آپ کو دیکھا چڑھاتے مرغ و چادر بے شمار

بت کی پوجا ہم کریں ہم کو ملے نارِ سقر ۔۔۔ آپ پوجیں قبر کو کیونکر ملے جنت میں گھر؟

آپ مشرک ہم بھی مشرک، معاملہ جب صاف ہے ۔۔۔ جنتی تم، دوزخی ہم، یہ کوئی انصاف ہے؟

مورتی پتھر کی پوجیں اگر ہم تو بدنام ہیں ۔۔۔ آپ سنگ نقش پا پوجیں تو نیکو نام ہیں

کتنا ملتا جلتا میرا آپ سے ایمان ہے ۔۔۔ آپ کہتے ہیں مگر ہم کو کہ بے ایمان ہے

شرکیہ اعمال سے گر غیر مسلم ہم ہوئے ۔۔۔ پھر یہی اعمال کر کے کیسے مسلم تم رہے؟

ہیں ہمارے جشن اپنے اور بسنت تہوار بھی ۔۔۔ اور دھڑلے سے مناتے ہیں بسنتیں آپ بھی

برادران اسلام! ان اشعار کو بغور پڑھئے اور اپنے حالات کا جائزہ لیجئے، اگر واقعی آپ کے اعمال کافروں اور مشرکوں جیسے ہیں تو فوراً ان سے توبہ کیجئے اور قرآن و سنت اور اسوۂ صحابہ (رضی اللہ عنہم) کے مطابق اپنے عقائد و اعمال کی اصلاح کر لیجئے اور اللہ سے ہدایت کے لئے دعا بھی کرتے رہیے، ورنہ دنیا میں سوائے ذلت و محتاجی اور مرنے کے بعد آخرت میں پچھتاوے کے کچھ حاصل نہ ہوگا اور دوزخ کی آگ میں ہمیشہ جلنا پڑے گا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم



سید محمد سبطین شاہ نقوی
حفظہ اللہ
0300-9600128

جلد: 4 | صفر ۱۴۳۳ھ جنوری ۲۰۱۲ء | شمارہ: 1

فی شمارہ	سالانہ	پاکستان
25 روپے	300 روپے علاوہ محصول ڈاک	400 روپے مع محصول ڈاک

ماہنامہ ضرب حق
جامعہ امام بخاری اہل حدیث
مقام حیات سرگودھا

حافظ
عمر فاروق شاکر
0300-4606164
048-3715130

اس شمارے میں

جامعہ امام بخاری اہل حدیث مقام حیات سرگودھا

حافظ زبیر علی زئی

انوار السنن فی تحقیقِ آثار السنن

(۹)

باب حكم الجنب

باب: جنبی کا حکم

۱۰۲) عن عائشة رضي الله عنها قالت: كان النبي ﷺ إذا أراد أن ينام وهو جنب غسل فرجه وتوضأ وضوءه للصلوٰة. رواه الجماعة.

عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی ﷺ جب حالتِ جنابت میں سونے کا ارادہ کرتے تو اپنی شرمگاہ دھوتے اور نماز جیسا وضو کرتے تھے۔

اسے ایک جماعت (بخاری: ۲۸۸، مسلم: ۳۰۵، ابوداود: ۲۲۲، ۲۲۳، نسائی ۱/۱۳۹ ح ۲۵۹، ابن ماجہ: ۵۸۴، احمد ۶/۳۶، ترمذی: ؟) نے روایت کیا ہے۔

انوار السنن: سنن ترمذی میں یہ روایت مجھے نہیں ملی۔ واللہ اعلم

۱۰۳) وعن ابن عمر أن عمر رضي الله عنه قال: يا رسول الله! أيرقد أحدنا وهو جنب؟ قال: ((نعم إذا توضأ.)) رواه الجماعة.

اور ابن عمر (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: یا رسول اللہ! اگر ہم میں سے کوئی آدمی جنبی ہو تو کیا وہ (اس حالت میں) سو سکتا ہے؟ آپ نے فرمایا: ہاں! اگر وہ وضو کر لے۔

اسے ایک جماعت (بخاری: ۲۸۹، مسلم: ۳۰۶، ترمذی: ۱۲۰، نسائی ۱/۱۳۹ ح ۲۶۰، ابن ماجہ: ۵۹۲، احمد ۱/۱۷، ابوداود: ؟) نے روایت کیا ہے۔

انوار السنن: یہ روایت مجھے سنن ابی داود میں نہیں ملی۔ واللہ اعلم

۱۰۴) وعن عمار بن ياسر رضي الله عنه أن النبي ﷺ رخص للجنب إذا أراد

أن يأكل أو يشرب أو ينام أن يتوضأ وضوءه للصلاة.

رواه أحمد والترمذي وصححه.

اور عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بے شک نبی ﷺ نے جنبی کو اجازت دی ہے کہ وہ جب کھانا پینا یا سونا چاہے تو نماز والا وضو کر لے۔

اسے احمد (۳۲۰/۴) اور ترمذی (۶۱۳) نے روایت کیا ہے اور ترمذی نے صحیح کہا ہے۔

انوار السنن: اس کی سند ضعیف ہے۔

اسے ابوداود (۲۲۵) نے بھی روایت کیا ہے۔

یحییٰ بن یعمر اور سیدنا عمار رضی اللہ عنہ کے درمیان کوئی راوی (رجل) ہے جو مجہول ہے لہٰذا یہ سند ضعیف ہے۔ اس باب میں صحیح مسلم (۲۲/۳۰۵) کی حدیث اس روایت سے بے نیاز کر دیتی ہے۔

جنبی اس شخص کو کہتے ہیں جس پر جماع یا احتلام کی وجہ سے نہانا (غسل شرعی) فرض ہو۔

۱۰۵) وعن عائشة رضي الله عنها قالت: كان رسول الله ﷺ إذا أراد أن ينام وهو جنب توضأ و إذا أراد أن يأكل أو يشرب. قالت: غسل يديه ثم يأكل أو يشرب. رواه النسائي و إسناده صحيح.

اور عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب حالتِ جنابت میں سونے کا ارادہ کرتے تو وضو فرماتے تھے اور جب کھانا پینا چاہتے تو اپنے دونوں ہاتھ دھوتے پھر کھاتے یا پیتے تھے۔

اسے نسائی (۱۳۹/۱، ح ۲۵۷، مسلم: ۳۰۵، البغوی فی شرح السنۃ ۳۲/۲ وقال: ''ھذا حدیث صحیح'' وصرح الامام الزہری بالسماع عندہ) نے روایت کیا ہے اور اس کی سند صحیح ہے۔

انوار السنن: صحیح

اس حدیث کے عموم سے استدلال کرتے ہوئے کھانا کھانے سے پہلے اپنے ہاتھ دھونا بہتر ہے۔

۱۰۶) وعنها قالت: أن النبي ﷺ كان إذا أراد أن يطعم وهو جنب غسل يديه ثم يطعم. رواه ابن خزيمة و إسناده صحيح.

اور انھی (سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا) سے روایت ہے کہ نبی ﷺ جب حالتِ جنابت میں کھانے کا ارادہ کرتے تو دونوں ہاتھ دھوتے پھر کھانا کھاتے تھے۔

اسے ابن خزیمہ (۱/۱۰۹ ح ۲۱۸) نے روایت کیا ہے اور اس کی سند صحیح ہے۔

انوار السنن: اس کی سند صحیح ہے۔

یہ حدیث سابق: ۱۰۵، کا ایک ٹکڑا ہے۔

۱۰۷) وعن علي رضي الله عنه عن النبي ﷺ قال:

((لا تدخل الملائكة بيتاً فيه صورة ولا كلب ولا جنب.))

رواه أبو داود والنسائي و إسناده حسن.

اور علی (بن ابی طالب) رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: جس گھر میں تصویر، کتا یا جنبی ہو تو اس گھر میں (رحمت کے) فرشتے داخل نہیں ہوتے۔

اسے ابوداود (۲۲۷، ۴۱۵۲) اور نسائی (۱/۱۴۱ ح ۲۶۲، وابن ماجہ: ۳۶۵۰) نے روایت کیا ہے اور اس کی سند حسن ہے۔

انوار السنن: اس کی سند حسن ہے۔

اس کے راوی عبداللہ بن نُجی کو نسائی، عجلی (معتدل) اور جمہور محدثین نے ثقہ وصدوق قرار دیا ہے لہٰذا وہ حسن الحدیث ہیں اور ان پر جرح مردود ہے۔ عبداللہ بن نجی کے والد بھی حسن الحدیث ہیں لہٰذا بعض علماء کا اس روایت کو ضعیف قرار دینا غلط ہے۔

معلوم ہوا کہ بغیر عذر کے حالتِ جنابت میں رات نہیں گزارنی چاہئے اور دوسرے دلائل سے ثابت ہے کہ اگر کوئی عذر ہو مثلاً مناسب پانی کا بروقت حاصل نہ ہونا، نیند کا غلبہ، تھکاوٹ اور دیگر مصروفیات وغیرہ تو پھر حالتِ جنابت میں رات گزارنا جائز ہے۔

(مثلاً دیکھئے ح ۱۰۵)

پھر صبح ہوتے ہی فوراً غسل کر لینا چاہئے۔ اسی طرح بغیر شرعی عذر کے تصویر یا کتا بھی گھر میں نہیں چھوڑنا چاہئے۔

۱۰۸) وعنه قال: كان رسول الله ﷺ يقرئنا القرآن مالم يكن جنبًا .

رواه الخمسة و حسنه الترمذي و صححه ابن حبان وآخرون.

اور انھی (سیدنا علی رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب تک جنبی نہ ہوتے تو ہمیں قرآن سناتے (یعنی قرآن کی تعلیم دیتے) تھے۔

اسے پانچ محدثین (ابوداود: ۲۲۹ وسندہ حسن، ترمذی: ۱۴۶، نسائی ۱/۱۴۴ ح ۲۶۷، ابن ماجہ: ۵۹۴، احمد ۱/۸۳) نے روایت کیا ہے، ترمذی نے حسن، ابن حبان (الاحسان: ۷۹۸) اور دوسروں نے صحیح قرار دیا ہے۔

انوار السنن: اس کی سند حسن ہے۔

اس کے راوی عبداللہ بن سلمہ قولِ راجح میں اختلاط سے پہلے حسن الحدیث ہیں اور یہ روایت تحقیقِ راجح میں اختلاط سے پہلے کی ہے، باقی سند صحیح ہے۔

۱۰۹) وعن عائشة رضي الله عنها قالت قال رسول الله ﷺ: **((إني لا أحل المسجد لحائض ولا جنب .))** رواه أبو داود و آخرون وصححه ابن خزيمة.

اور عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں مسجد کو حائضہ اور جنبی کے لئے حلال قرار نہیں دیتا۔

اسے ابو داود (۲۳۲) اور دوسروں نے روایت کیا ہے اور ابن خزیمہ (۲/۲۸۴ ح ۱۳۲۷) نے صحیح قرار دیا ہے۔

انوار السنن: اس کی سند حسن ہے۔

اس میں افلت بن خلیفہ اور جسرہ بنت دجاجہ دونوں جمہور محدثین کے نزدیک موثق ہونے کی وجہ سے حسن الحدیث ہیں۔

۱۱۰) وعن أبي هريرة رضي الله عنه قال: لقيني رسول الله ﷺ و أنا جنب

فأخذ بيدي فمشيت معه حتى قعد فانسللت فأتيت الرحل فاغتسلت ثم جئت وهو قاعد فقال: ((أين كنت يا أبا هريرة؟)) فقلت له، فقال: ((سبحان الله! إن المؤمن لا ينجس.)) رواه الشيخان.

اور ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ مجھے رسول اللہ ﷺ ملے اور میں جنبی تھا تو آپ نے میرا ہاتھ پکڑ لیا پھر میں آپ کے ساتھ چلا حتیٰ کہ آپ بیٹھ گئے پھر میں خفیہ طور پر اپنے ڈیرے پر چلا گیا اور غسل کر کے آپ کے پاس آیا تو آپ بیٹھے ہوئے تھے۔ آپ نے فرمایا: اے ابوہریرہ! تم کہاں تھے؟ تو میں نے ساری بات آپ کے سامنے بیان کر دی۔ آپ نے فرمایا: سبحان اللہ! مومن نجس نہیں ہوتا۔

اسے شیخین (بخاری: ۲۸۳، ۲۸۵، مسلم: ۳۷۱) نے روایت کیا ہے۔

انوار السنن: نجس نہ ہونے سے مراد حقیقی اور روحانی نجاست نہ ہونا ہے، رہا غسل وغیرہ کا فرض ہونا تو یہ اپنی حالت میں مومن پر فرض ہو سکتا ہے۔

باب الحيض

حیض کا باب

۱۱۱) عن معاذة قالت: سألت عائشة رضي الله عنها فقلت: ما بال الحائض تقضي الصوم ولا تقضي الصلاة؟ فقالت: أحرورية أنت؟ قلت: لست بحرورية ولكني أسأل، قالت: يصيبنا ذلك فنؤمر بقضاء الصوم ولا نؤمر بقضاء الصلوة. رواه الجماعة.

معاذہ (العدویہ، تابعیہ رحمہا اللہ) سے روایت ہے کہ میں نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا: حائضہ (اپنے) روزے کی قضا ادا کرتی ہے اور نماز کی قضا ادا نہیں کرتی؟ تو انھوں نے فرمایا: کیا تُو حروریہ (خارجی مذہب والی عورت) ہے؟ میں نے کہا: میں خارجی مذہب والی عورت نہیں لیکن مسئلہ پوچھتی ہوں۔ انھوں نے فرمایا: ہمیں یہ (حیض کی بیماری) لاحق ہوتی تھی تو ہمیں روزے کی قضا کا حکم دیا جاتا اور نماز کی قضا کا حکم نہیں دیا جاتا تھا۔

اسے ایک جماعت (بخاری: ۳۲۱، مسلم: ۳۳۵، ابوداود: ۲۶۲، ۲۶۳، نسائی ۱۹۱/۱ ح ۲۳۲۰، ترمذی: ۱۳۰، ابن ماجہ: ۶۳۱، احمد ۶/ ۲۳۱) نے روایت کیا ہے۔

انوار السنن: سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے خلاف حروراء کے مقام پر خارجیوں نے خروج کیا تھا، لہٰذا خارجیوں کو حروری بھی کہا جاتا ہے۔

۱۱۲) وعن أبي سعيد الخدري رضي الله عنه في حديث له قال قال رسول الله ﷺ: ((**أليس إذا حاضت لم تصل ولم تصم ؟**)) رواه الشيخان.

اور ابو سعید الخدری رضی اللہ عنہ سے ایک (لمبی) حدیث میں آیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے (ایک شخص کو سمجھاتے ہوئے) فرمایا: کیا جب عورت کو حیض ہوتا ہے تو وہ نہ نماز پڑھتی ہے اور نہ روزہ رکھتی ہے؟ اسے شیخین (بخاری: ۳۰۴، مسلم: ۷۹) نے روایت کیا ہے۔

۱۱۳) وعن علقمة عن أمه مولاة عائشة أم المؤمنين رضي الله عنها أنها قالت: كان النساء يبعثن إلى عائشة رضي الله عنها بالدرجة فيها الكرسف، فيه الصفرة من دم الحيض، يسألنها عن الصلوة ؟ فتقول لهن: لا تعجلن حتى ترين القصة البيضاء، تريد بذلك الطهر من الحيضة.

رواه مالك و عبد الرزاق بإسناد صحيح والبخاري تعليقًا.

ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا کی لونڈی (اور) علقمہ کی ماں (مرجانہ) سے روایت ہے کہ عورتیں عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس تھیلیوں میں رُوئی رکھ کر بھیجتی تھیں، رُوئی میں حیض سے خون کا زرد (پیلا) رنگ ہوتا۔ وہ نماز کے بارے میں پوچھتی تھیں؟ تو وہ انھیں (جواب میں) فرماتیں: جلدی نہ کرو، اس وقت تک (نماز نہ پڑھو) جب تک تم سفید چونے جیسا رنگ نہ دیکھ لو، ان کا ارادہ (ومقصد) یہ تھا کہ جب تک وہ حیض سے پوری طرح پاک ہو جائیں۔ اسے مالک (الموطأ ۵۹/۱ ح ۱۲۶) اور عبدالرزاق (المصنف ۱/ ۳۰۲ ح ۱۱۵۹) نے صحیح سند سے روایت کیا ہے اور بخاری (قبل ح ۳۲۰) نے اسے بطورِ تعلیق (بغیر سند کے) ذکر کیا ہے۔

انوار السنن: اس کی سند حسن ہے۔

باب الإستحاضة

استحاضے کا باب

۱۱۴) عن عائشة رضي الله عنها قالت: جاءت فاطمة بنت أبي حبيش إلى النبي ﷺ فقالت: يا رسول الله! إني امرأة أستحاض فلا أطهر أفأدع الصلوة؟ فقال: **((لا إنما ذلك عرق وليست بالحيضة فإذا أقبلت الحيضة فدعي الصلوة و إذا أدبرت فاغسلي عنك الدم و صلي.))**

رواه الشيخان و في رواية للبخاري:

((ولكن دعي الصلوة قدر الأيام التي كنت تحيضين فيها ثم اغتسلي و صلي.))

عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی ﷺ کے پاس فاطمہ بنت ابی حبیش آئیں تو کہا: یا رسول اللہ! میں ایسی عورت ہوں کہ استحاضے کا خون جاری رہتا ہے پھر میں پاک نہیں ہوتی تو کیا میں نماز چھوڑ دوں؟ آپ نے فرمایا: نہیں! یہ تو ایک رگ (کا خون) ہے، حیض نہیں ہے پھر جب حیض کے دن آجائیں تو نماز چھوڑ دو اور جب حیض کے دن ختم ہو کر چلے جائیں تو اپنا خون دھو کر نماز پڑھو۔ اسے شیخین (بخاری: ۳۰۶، مسلم: ۳۳۳) نے روایت کیا ہے اور بخاری (۳۲۵) کی ایک روایت میں ہے کہ جتنے دن تمھیں حیض آتا تھا اتنے دن نماز چھوڑ دو پھر غسل کر کے نماز پڑھو۔

انوار السنن: استحاضہ اس مسلسل خون کو کہتے ہیں جو عورتوں کو حیض کے علاوہ آتا ہے اور ایامِ حیض کے بعد بھی جاری رہتا ہے۔ یہ ایک قسم کی بیماری ہے جو بعض عورتوں کو لاحق ہوتی ہے۔

۱۱۵) و عنها قالت: أن فاطمة بنت أبي حبيش أتت النبي ﷺ فقالت: يا رسول الله ! إني أستحاض الشهر و الشهرين؟ فقال:

((ليس ذلك بحيض ولكنه عرق فإذا أقبل الحيض فدعي الصلوة عدد أيامك التي كنت تحيضين فإذا أدبرت فاغتسلي وتوضأي لكل صلوة.))

رواه ابن حبان و إسناده صحيح.

اور انھی (سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا) سے روایت ہے کہ نبی ﷺ کے پاس فاطمہ بنت ابی حبیش آئیں تو کہا: یا رسول اللہ! مجھے مہینہ دو مہینے استحاضے کا خون جاری رہتا ہے؟ تو آپ نے فرمایا: یہ حیض نہیں بلکہ رگ (پھٹی ہوئی) ہے پھر جب حیض (کا وقت) آجائے تو تمھیں جتنے دن حیض ہوتا تھا اتنے دن نماز چھوڑ دو پھر جب حیض کے دن ختم ہو جائیں تو غسل کرو اور ہر نماز کے لئے وضو کرو۔ [یا یہ ترجمہ ہو سکتا ہے کہ ہر نماز کے لئے غسل اور وضو کرو۔]

اسے ابن حبان (الاحسان: ۱۳۵۱) نے روایت کیا ہے اور اس کی سند صحیح ہے۔

انوار السنن: اس روایت کی سند ضعیف ہے۔

اس کا ایک راوی محمد بن احمد بن النضر الخلقانی ہے جو مجہول الحال ہے، ابن حبان کے علاوہ کسی نے بھی (میرے علم کے مطابق) اس کی توثیق نہیں کی۔

۱۱۶) و عنها قالت: سئل رسول الله ﷺ عن المستحاضة؟ فقال: ((تدع الصلوة أيام أقرائها ثم تغتسل غسلاً واحدًا ثم تتوضأ عند كل صلاة.))

رواه ابن حبان و إسناده صحيح.

اور انھی (سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا) سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے مستحاضہ کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا: وہ اقراء (حیض) کے دنوں میں نماز چھوڑ دے پھر ایک غسل کرے اور ہر نماز کے لئے وضو کرے۔

اسے ابن حبان (الاحسان: ۱۳۵۲) نے روایت کیا ہے اور اس کی سند صحیح ہے۔

انوار السنن: اس کی سند ضعیف ہے۔

اس کا راوی محمد بن احمد بن النضر الخلقانی مجہول الحال ہے۔

نیز دیکھئے حدیث سابق: ۱۱۵

حافظ زبیر علی زئی

آمین بالجہر کہنے کے دلائل

الحمد لله رب العالمین و الصلوٰة و السلام علیٰ رسوله الأمین، أما بعد:

اس مختصر اور جامع مضمون میں جہری نمازوں میں آمین بالجہر کہنے کے دلائل پیشِ خدمت ہیں اور آخر میں محمد الیاس گھمن دیوبندی کے پمفلٹ ''آمین آہستہ کہنے کے دلائل'' کا مدلل و مسکت جواب بھی (بِعَون اللّٰہ و نصرته) درج ہے:

دلیل نمبر۱: سیدنا وائل بن حجر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ''انه صلی خلف رسول الله ﷺ فجھر بآمین'' انھوں نے رسول اللہ ﷺ کے پیچھے نماز پڑھی تو آپ (ﷺ) نے آمین بالجہر کہی۔ (سنن ابی داود: ۹۳۳ وسندہ حسن)

اس حدیث کے ایک راوی علی بن صالح یا علاء بن صالح جمہور محدثین کے نزدیک ثقہ وصدوق ہونے کی وجہ سے حسن الحدیث ہیں اور باقی سند صحیح ہے۔

دلیل نمبر۲: سیدنا وائل بن حجر رضی اللہ عنہ سے امام سفیان ثوری رحمہ اللہ کی سند کے ساتھ روایت ہے کہ میں نے نبی ﷺ کو ﴿غَیْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَیْهِمْ وَلَا الضَّآلِّیْنَ﴾ پڑھتے ہوئے سنا اور آپ نے آمین کہا: ''ومدّ بها صوته'' اور اس کے ساتھ اپنی آواز بلند کی۔

(سنن الترمذی: ۲۴۸ وقال: حدیث حسن)

یہ حدیث امام یحییٰ بن سعید القطان نے امام سفیان ثوری سے بیان کی اور یحییٰ کی سفیان سے روایت سماع پر محمول ہوتی ہے۔ رحمہما اللہ (دیکھئے الفتح المبین ص ۴۰)

''مدّ بها صوته'' ''رفع بها صوته'' ہے جیسا کہ سنن ابی داود (۹۳۲) میں سفیان ثوری کی روایت سے ثابت ہے۔ اس حدیث کو امام دارقطنی، حافظ بغوی اور حافظ ابن حجر العسقلانی وغیرہم نے صحیح یا حسن قرار دیا ہے۔ (دیکھئے القول المتین فی الجہر بالتامین ص ۳۱)

نیز اس کے شواہد بھی ہیں۔ مثلاً دیکھئے دلیل نمبر ۱

دلیل نمبر۳: اُم الحصین رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ انھوں نے نبی ﷺ کو ﴿مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ﴾ پڑھتے ہوئے سنا، پھر آپ ﴿وَلَا الضَّآلِّيْنَ﴾ تک پہنچ گئے اور فرمایا: ((آمین))

(معجم ابی یعلیٰ الموصلی: ۳۱۳ وسندہ حسن)

ام الحصین رضی اللہ عنہا کا عورتوں کی صف میں نبی کریم ﷺ کی آمین سن لینا اس بات کی واضح دلیل ہے کہ آپ ﷺ نے اونچی آواز میں (جہراً) آمین کہی تھی۔

دلیل نمبر۴: صحیح بخاری میں ہے کہ "وقال عطاء: آمین دعاء، أمّن ابن الزبیر و من وراء ہ حتّی إن للمسجد للجة." اور عطاء (بن ابی رباح رحمہ اللہ) نے فرمایا: آمین دعا ہے، ابن الزبیر (رضی اللہ عنہ) اور ان لوگوں نے جو اُن کے پیچھے تھے، آمین کہی کہ مسجد گونج اُٹھی۔ (مع فتح الباری ۲/ ۲۰۸ قبل ح ۷۸۰، مصنف عبدالرزاق: ۲۶۴۰، تغلیق التعلیق ۲/ ۳۱۸)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ آمین ایسی دعا ہے جسے اونچی آواز سے کہنا چاہئے۔

دلیل نمبر۵: سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا:

((ما حسدتکم الیھود علیٰ شيءٍ ما حسدتکم علی السلام و التأمین))

یہودیوں نے تمھارے ساتھ کسی چیز پر اتنا حسد نہیں کیا جتنا سلام اور آمین پر حسد کیا۔

(سنن ابن ماجہ: ۸۵۶ وسندہ صحیح وصححہ المنذری والبوصیری ورواہ ابن خزیمہ فی صحیحہ: ۵۷۴)

چونکہ سلام (السلام علیکم) دل میں نہیں بلکہ جہراً ہوتا ہے لہٰذا اس حدیث سے ثابت ہوا کہ آمین بھی جہراً ہوتی ہے ورنہ یہودیوں کے حسد کرنے کا کیا معنی؟

دلیل نمبر۶: سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((إن الیھود لیحسدونکم علی السّلام و التأمین)) بے شک یہود تم سے سلام اور آمین پر حسد کرتے ہیں۔ (الاحادیث المختارۃ للضیاء المقدسی ۵/ ۱۰۷ ح ۱۷۲۹، ۱۷۳۰، وسندہ صحیح)

دلیل نمبر۷: نافع (رحمہ اللہ) سے روایت ہے کہ ابن عمر (رضی اللہ عنہ) جب امام کے ساتھ نماز پڑھتے، سورۂ فاتحہ پڑھتے پھر لوگ آمین کہتے تو آپ (رضی اللہ عنہ) بھی آمین کہتے اور اسے سنت قرار دیتے۔ (صحیح ابن خزیمہ ۱/ ۲۸۷ ح ۵۷۲ وسندہ حسن)

دلیل نمبر ۸: عکرمہ مولیٰ ابن عباس (رحمہ اللہ) سے روایت ہے کہ میں نے لوگوں کو اس حال میں پایا کہ جب امام ﴿غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ﴾ کہتا تو لوگوں کے آمین کہنے سے مساجد گونج اٹھتی تھیں۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ۲/۴۲۵ وسندہ حسن)

دلیل نمبر ۹: نعیم المجمر (تابعی) رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ میں نے ابوہریرہ (رضی اللہ عنہ) کے پیچھے نماز پڑھی۔ پس آپ نے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھی، پھر سورۂ فاتحہ پڑھی، جب آپ نے ﴿غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ﴾ پڑھا تو آمین کہی اور لوگوں نے بھی آمین کہی۔ الخ

آخر میں فرمایا: اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! میں تم سب سے زیادہ رسول اللہ ﷺ کی نماز کے مشابہ ہوں۔ (السنن الکبریٰ للبیہقی ۲/۸۴ ح ۲۲۵۱ باب جہر الامام بالتامین)

اس روایت کی سند صحیح ہے اور اس سے امام اور مقتدیوں کا آمین بالجہر کہنا ثابت ہوتا ہے۔ (دیکھئے القول المتین ص ۲۴۔۲۵)

دلیل نمبر ۱۰: سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب امام آمین کہے تو تم بھی آمین کہو۔ (صحیح بخاری: ۷۸۰، صحیح مسلم: ۴۱۰)

اس حدیث پر امام بخاری، امام ابن خزیمہ، امام نسائی اور امام ابن ماجہ نے آمین بالجہر کے باب باندھے ہیں۔ (دیکھئے القول المتین ص ۲۴)

اس حدیث کے راوی امام ابن شہاب الزہری رحمہ اللہ (تابعی) نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ جب ﴿وَلَا الضَّآلِّيْنَ﴾ کہتے تو ''جهر بآمين'' آمین بالجہر کہتے تھے۔

(حدیث السراج ۲/۱۰۱ ح ۲۱۶ وسندہ صحیح الیہ)

ان احادیث و آثار صحیحہ سے ثابت ہوا کہ جہری نماز کی جہری رکعتوں میں امام اور مقتدیوں کو آمین بالجہر کہنی چاہیے۔

تنبیہ: سری نماز میں اس بات پر اجماع ہے کہ آمین بالجہر کے بجائے آمین بالسر کہنی چاہیے۔ مفصل دلائل کے لئے دیکھئے میری کتاب: القول المتین فی الجہر بالتامین۔

حافظ زبیر علی زئی

الیاس گھمن کے پمفلٹ ''آمین آہستہ کہنے کے دلائل'' کا جواب

محمد الیاس گھمن دیوبندی کے پمفلٹ ''آمین آہستہ کہنے کے دلائل'' کا جواب درج ذیل ہے:

دلیل نمبر ۱: ''آمین دعا ہے'' (ص ۱)

ہم نے اپنے دلائل میں امام عطاء بن ابی رباح رحمہ اللہ کے مکمل قول کی بنیاد پر یہ ثابت کر دیا ہے کہ آمین ایسی دعا ہے جو اونچی آواز (یعنی جہر) سے کہنی چاہئے۔ (دیکھئے دلیل نمبر ۴)

اگر ہر دعا لازمی طور پر دل میں ہی پڑھنا ضروری ہے تو آلِ دیوبند رائے ونڈ کے تبلیغی اجتماع کے آخری دن (اتوار کو) لاؤڈ سپیکر پر اونچی آواز سے کیوں دعا مانگتے ہیں اور لوگ آمین آمین کیوں کہتے ہیں؟

ایسی بات کیوں کہتے ہو جس پر تمھارا اپنا عمل نہیں؟

☆ ''موسیٰ علیہ السلام دعا مانگتے اور ہارون علیہ السلام ان کی دعاء پر آمین کہتے، بحوالہ ابو الشیخ، درمنثور ۳/ ۵۶۷'' (ص ۱ ملخصاً)

اس روایت کی سند معلوم نہیں، یعنی یہ بے سند روایت ہے لہٰذا اسے بطورِ دلیل پیش کرنا غلط ہے۔

دوسرے یہ کہ اس میں یہ وضاحت نہیں کہ سیدنا ہارون علیہ السلام دل میں آمین کہتے تھے لہٰذا آلِ دیوبند کا استدلال غلط ہے۔

☆ ''عطاء رحمہ اللہ فرماتے ہیں: آمین دعا ہے'' (ص ۱)

یہ آدھا قول نقل کیا گیا ہے، حالانکہ صحیح بخاری میں مکمل قول سے ثابت ہوتا ہے کہ آمین ایسی دعا ہے جو بالجہر کہنی چاہئے۔ (دیکھئے میرا مضمون: ''آمین بالجہر کہنے کے دلائل'' دلیل نمبر ۴)

☆ ''دعا میں اصل یہ ہے کہ آہستہ کی جائے'' (ص ۱)

قرآن وحدیث سے جہاں آہستہ دعا کہنا ثابت ہے وہاں آہستہ کہنی چاہئے اور جہاں بالجہر ثابت ہے وہاں بالجہر کہنی چاہئے۔ یہ کیا ہوا کہ خود تو رائے ونڈ میں لمبی لمبی دعائیں جہراً مانگیں اور لوگوں کو آمین بالجہر سے منع کریں؟

دلیل نمبر۲: ''آمین اللہ تعالیٰ کا نام ہے:'' (ص۱)

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب جو قول مصنف عبدالرزاق میں مذکور ہے، اس کی سند میں بشر بن رافع ضعیف راوی ہے۔ (مثلاً دیکھئے تقریب التہذیب: ۶۷۰)

اس راوی پر اوکاڑوی کی شدید جرح کے لئے دیکھئے تجلیات صفدر (۱۳۳/۳)

دوسرے یہ کہ اگر اللہ کا نام بلند آواز سے پڑھنا جائز نہیں تو رائے ونڈ وغیرہ کی دعاؤں میں ''اے اللہ! رحم فرما'' جہراً کیوں پڑھا جاتا ہے؟

☆ ''ذکر میں اصل یہ ہے کہ آہستہ کیا جائے:'' (ص۲)

جو ذکر جہراً ثابت ہے مثلاً جہری نمازوں میں آمین بالجہر پڑھنا تو اسے جہراً پڑھنا چاہئے اور جو سراً ثابت ہے وہ سراً پڑھنا چاہئے۔

☆ فخرالدین رازی (م ۶۰۶ھ) نے کہا کہ امام ابوحنیفہ نے فرمایا: ...الخ (ص۲ ملخصاً)

رازی ۵۴۴ھ میں پیدا ہوئے تھے اور امام صاحب ۱۵۰ھ میں فوت ہو گئے تھے، لہٰذا یہ سند منقطع مردود ہے۔

☆ نبی ﷺ نے فرمایا: ''سب سے بہتر ذکر آہستہ آواز کے ساتھ کرنا ہے۔''

(ص۳ بحوالہ مسند احمد ج۱ ص۲۲۸)

اس کی سند میں محمد بن عبدالرحمٰن بن ابی لبیبہ ہے جس کی سعد بن مالک رضی اللہ عنہ سے ملاقات ثابت نہیں، لہٰذا یہ سند منقطع ہے۔

دوسرے یہ کہ اگر ہر ذکر دل میں ہی پڑھنا چاہئے تو حافظ نثار احمد الحسینی الحضروی وغیرہ کو سمجھائیں جو ہُو ہُو کی آوازیں نکال کر (اندھیرے میں) ذکر بالجہر کرتے ہیں۔

دلیل نمبر۳: جب آپ ﷺ نے ﴿غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ﴾ کی قراءت

کی تو آمین آہستہ آواز سے کہی۔ (ص ۳ ملخصاً)

آہستہ آواز کے لفظ سے ثابت ہوا کہ جہری نمازوں میں آمین دل میں نہیں کہنی چاہئے۔ دوسرے یہ کہ یہ حدیث خیر القرون کے محدثین کرام کے نزدیک خطا (یعنی ضعیف) ہے۔ (دیکھئے القول المتین ص ۳۶۔۳۷)

دلیل نمبر ۴: جب ﴿غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ﴾ پر قرأت سے فارغ ہوتے تو سکتہ کرتے۔ (ص ۴ بحوالہ سنن ابی داود ج ا ص ۱۲۲، ملخصاً)

اس روایت کی سند میں قتادہ رحمہ اللہ ثقہ مدلس ہیں اور روایت عن سے ہے۔

اصولِ حدیث کا مشہور مسئلہ ہے کہ غیر صحیحین میں مدلس کی عن والی روایت ضعیف ہوتی ہے۔

(قتادہ کے مدلس ہونے کے لئے دیکھئے الجوہر النقی لابن الترکمانی الحنفی ۷/۱۲۶)

دلیل نمبر ۵: عمر اور علی رضی اللہ عنہما ''نماز میں بسم اللہ الرحمٰن الرحیم، اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم'' اور آمین کی قرأت کے وقت آواز بلند کرتے تھے۔'' (ص ۴ بحوالہ طحاوی)

اس روایت کی سند میں ابو سعد البقال جمہور محدثین کے نزدیک ضعیف، نیز مدلس ہے اور یہ روایت عن سے ہے۔

دلیل نمبر ۶: علی اور عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما نماز میں بسم اللہ الرحمٰن الرحیم، اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم اور آمین کی قرأت کے وقت آواز بلند نہیں کرتے تھے۔

(ص ۴ بحوالہ اعلاء السنن ۲/۲۲۹ ملخصاً)

اس کی سند میں بھی وہی ابو سعد البقال ضعیف راوی ہے۔ دیکھئے دلیل نمبر ۵

دلیل نمبر ۷: عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ امام نماز میں تین چیزوں: اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم بسم اللہ الرحمٰن الرحیم اور آمین کی قرأت آہستہ آواز سے کرے۔

(دیکھئے ص ۴، بحوالہ المحلی لابن حزم ۲/۲۸۰)

اس کا راوی ابو حمزہ میمون الاعور القصاب الکوفی ضعیف متروک ہے۔

(دیکھئے نصب الرایہ ۲/۳۷۳، القول المتین ص ۸۳)

دلیل نمبر ۸: ابراہیم نخعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: امام نماز میں سبحانك اللهم وبحمدك اعوذ بالله من الشيطن الرجيم بسم الله الرحمن الرحيم اور آمین کی قرأت آہستہ آواز سے کرے۔ (ص۵ بحوالہ کتاب الآثار لابن فرقد ۱/۱۶۲، مصنف عبدالرزاق ۲/۸۷)

کتاب الآثار کا مصنف ابن فرقد جمہور محدثین کے نزدیک مجروح وضعیف ہے لہٰذا یہ حوالہ مردود ہے اور مصنف عبدالرزاق والی روایت میں عبدالرزاق مدلس اور روایت معنعن، حماد بن ابی سلیمان مدلس اور مختلط ہیں، لہٰذا یہ سند بھی ضعیف ہے۔

دلیل نمبر ۹: "عن النخعي والشعبي وإبراهيم التيمي كانوا يخفون بآمين"

(ص۵ بحوالہ الجوہر النقی ۲/۵۸)

یہ اقوال الجوہر النقی کتاب میں بغیر کسی سند کے اور "رُوِيَ" کے لفظ سے مروی ہیں، یعنی یہ بے سند اور مردود حوالہ ہے۔ گھمن صاحب نے اس بے سند حوالے کے بعد لکھا ہے:

"یاد رہے کہ ان میں امام شعبی رحمہ اللہ پانچ سو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے شاگرد ہیں۔" (ص۵)

عرض ہے کہ امام مالک بن مغول رحمہ اللہ نے فرمایا: "سمعت الشعبي يحسّن القراءة خلف الإمام" میں نے شعبی کو سنا، وہ امام کے پیچھے قراءت کرنے کو اچھا قرار دیتے تھے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ۱/۳۷۵ ح ۳۷۹۵ وسندہ صحیح نسخہ مکتبہ شاملہ)

دلیل نمبر ۱۰: امام ابوحنیفہ (التابعی) نے فرمایا: اور آمین کی قرأت آہستہ کرے۔

(کتاب الآثار لابن فرقد ج۱ ص۱۶۲، ملخصاً)

اس روایت کا راوی ابن فرقد ضعیف ہے۔ دیکھئے دلیل نمبر ۸

یاد رہے کہ امام ابوحنیفہ تابعی نہیں تھے، امام دارقطنی رحمہ اللہ (م ۳۸۵ھ) نے فرمایا: "لم يلحق أبو حنيفة أحدًا من الصحابة" ابوحنیفہ نے صحابہ میں سے کسی ایک سے بھی ملاقات نہیں کی۔ (سوالات حمزۃ السہمی: ۳۸۳، تاریخ بغداد ۴/۲۰۸، توضیح الاحکام ۲/۴۰۴)

یاد رہے کہ امام ابوحنیفہ سے جہری نمازوں میں آمین بالسر کہنا ہرگز ثابت نہیں۔

وما علینا إلا البلاغ (۱۷/ دسمبر ۲۰۱۲ء جامعہ امام بخاری، مقام حیات سرگودھا)

حافظ محمد مزمل (اوکاڑہ)
مدرس جامعة إمام بخاري سرگودھا

اللہ تعالیٰ سے ڈرنے کے فائدے

پوری کائنات کے خالق، مالک اور رازق کا پیغام اپنے بندوں کے نام یہ ہے:

﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ حَقَّ تُقٰتِهٖ وَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَ اَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ﴾

اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو جیسا کہ اُس سے ڈرنے کا حق ہے اور دیکھو مرتے دم تک مسلمان ہی رہنا۔ (آل عمران:۱۰۲)

یہی پیغام رسول اللہ ﷺ نے اپنی اُمت کو دیا ہے۔ جیسا کہ سیدنا ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے وصیت کرتے ہوئے فرمایا:

((اِتَّقِ اللّٰهَ حَيْثُمَا كُنْتَ وَاَتْبِعِ السَّيِّئَةَ الْحَسَنَةَ تَمْحُهَا ، وَ خَالِقِ النَّاسَ بِخُلُقٍ حَسَنٍ.))

تو جہاں بھی ہو اللہ سے ڈر، تو غلطی کے پیچھے نیکی کر (کیونکہ نیکی) اُس (یعنی برائی) کو مٹا دیتی ہے اور لوگوں کے ساتھ اچھے اخلاق کے ساتھ پیش آ۔

(سنن الترمذی: ۱۹۸۷، وقال: ھذا حدیث حسن صحیح" وھو حدیث حسن)

معلوم ہوا کہ ہمیں بھی اللہ کا ڈر اپنے دلوں میں بیٹھانا چاہئے۔ جو آدمی اپنے گناہوں پر اللہ سے ڈرتے ہوئے روتا ہے، اس کے بے شمار فوائد ہیں:

۱) اعمال کی درستگی ملتی ہے:

ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَ قُوْلُوْا قَوْلًا سَدِيْدًا ۝ يُّصْلِحْ لَكُمْ اَعْمَالَكُمْ وَ يَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ﴾ اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور سیدھی سیدھی باتیں کیا کرو۔ تاکہ اللہ تمھارے اعمال کو درست کر دے اور تمھارے گناہوں کو معاف کر دے۔ (الاحزاب: ۷۰۔۷۱)

۲) اللہ کی محبت بھی یقینی ہے:

ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ﴿بَلٰى مَنْ اَوْفٰى بِعَهْدِهٖ وَاتَّقٰى فَاِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُتَّقِيْنَ﴾ کیوں نہیں (مواخذہ ہوگا) البتہ جو شخص اپنا اقرار پورا کرلے اور تقویٰ اختیار کرے (یعنی اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرنے سے ڈرے) تو یقیناً ایسے پرہیزگاروں سے اللہ تعالیٰ محبت کرتا ہے۔ (ال عمران:۷۶)

۳) ہر کام میں آسانی ہوتی ہے:

ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ﴿وَمَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهٗ مِنْ اَمْرِهٖ يُسْرًا﴾

اور جو شخص اللہ تعالیٰ سے ڈرے گا اللہ اس کے (ہر) کام میں آسانی کردے گا۔ (الطلاق:۴)

۴) مشکلات کا خاتمہ اور رزق کی فراوانی:

ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ﴿وَمَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهٗ مَخْرَجًا ۝ وَّيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ﴾ اور جو شخص اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے لئے (مصیبتوں سے) چھٹکارے کی صورت پیدا کر دیتا ہے اور ایسی جگہ سے روزی دیتا ہے جہاں سے اس کو وہم و گمان بھی نہیں ہوتا۔ (الطلاق:۲۔۳)

۵) گناہوں کی معافی اور اجرِ عظیم کی خوشخبری:

ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ﴿وَمَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يُكَفِّرْ عَنْهُ سَيِّاٰتِهٖ وَيُعْظِمْ لَهٗ اَجْرًا﴾

اور جو شخص اللہ تعالیٰ سے ڈرے گا اللہ اس کے گناہ مٹا دے گا اور اسے بڑا بھاری اجر دے گا۔

(الطلاق:۵)

۶) حق و باطل کے درمیان فرق کرنے والی بصیرت کا حاصل ہونا:

ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنْ تَتَّقُوا اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّكُمْ فُرْقَانًا وَّيُكَفِّرْ عَنْكُمْ سَيِّاٰتِكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ۭ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ﴾

اے ایمان والو! اگر تم اللہ سے ڈرتے رہو گے تو وہ تمھیں (حق اور باطل کے درمیان) فرق کرنے والی (بصیرت) عطا فرمائے گا اور تم سے تمھارے گناہ دور کردے گا اور تم کو بخش

دے گا اور اللہ بڑے فضل والا ہے۔ (الانفال:۲۹)

۷) محسنین میں شمار ہوتا ہے:

ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ﴿اِنَّهٗ مَنْ يَّتَّقِ وَيَصْبِرْ فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يُضِيْعُ اَجْرَ الْمُحْسِنِيْنَ﴾
یقیناً جو کوئی پرہیزگاری (یعنی اللہ کا ڈر) اور صبر کرے تو اللہ کسی نیکوکار کا اجر ضائع نہیں کرتا۔

(یوسف:۹۰)

۸) آسمان اور زمین سے برکت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں:

ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ﴿وَلَوْ اَنَّ اَهْلَ الْقُرٰۤى اٰمَنُوْا وَاتَّقَوْا لَفَتَحْنَا عَلَيْهِمْ بَرَكٰتٍ مِّنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ وَلٰكِنْ كَذَّبُوْا فَاَخَذْنٰهُمْ بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ﴾
اور اگر ان بستیوں کے رہنے والے ایمان لے آتے اور پرہیزگاری اختیار کرتے (یعنی اللہ تعالیٰ سے ڈرتے) تو ہم ان پر آسمان اور زمین کی برکتیں کھول دیتے لیکن انھوں نے جھٹلایا تو ہم نے ان کے اعمال کی وجہ سے ان کو پکڑ لیا۔ (الاعراف:۹۶)

۹) آخرت میں بہترین گھر ملے گا:

ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ﴿وَلَدَارُ الْاٰخِرَةِ خَيْرٌ لِّلَّذِيْنَ اتَّقَوْا ؕ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ﴾
یقیناً آخرت کا گھر پرہیزگاروں (یعنی اللہ سے ڈرنے والوں) کے لئے ہی بہتر ہے۔

(یوسف:۱۰۹)

۱۰) دو جنتیں ملیں گی:

ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ﴿وَلِمَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ جَنَّتٰنِ﴾
اور اس شخص کے لئے جو اپنے رب کے سامنے کھڑا ہونے سے ڈر گیا، دو جنتیں ہیں۔

(الرحمٰن:۴۶)

جیسا کہ حدیث میں آتا ہے کہ دو باغ چاندی کے ہیں جن میں برتن اور جو کچھ ان میں ہے سب چاندی کے ہوں گے۔ دو باغ سونے کے ہیں اور ان کے برتن اور جو کچھ ان میں ہے سب سونے کے ہی ہوں گے۔ (صحیح بخاری:۴۸۷۸)

۱۱) رہائش جنت میں ہوگی:

ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ﴿وَاَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ وَنَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوٰى ۝ فَاِنَّ الْجَنَّةَ هِيَ الْمَاْوٰى﴾ ہاں جو شخص اپنے رب کے سامنے سے کھڑے ہونے سے ڈرتا رہا ہوگا اور اپنے نفس کو خواہش سے روکا ہوگا تو اس کا ٹھکانا (رہائش گاہ) جنت ہی ہے۔

(النّٰزعٰت: ۴۰۔۴۱)

۱۲) اللہ سے ڈرنے والوں کے لئے جنت میں بے شمار نعمتیں:

ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ﴿اِنَّ لِلْمُتَّقِيْنَ مَفَازًا ۝ حَدَآئِقَ وَاَعْنَابًا ۝ وَّكَوَاعِبَ اَتْرَابًا ۝ وَّكَاْسًا دِهَاقًا ۝ لَا يَسْمَعُوْنَ فِيْهَا لَغْوًا وَّلَا كِذّٰبًا ۝﴾

یقیناً متقین (اللہ سے ڈرنے والوں) کے لئے کامیابی ہے۔ باغات ہیں اور انگور ہیں اور نوجوان کنواری ہم عمر عورتیں ہیں۔ اور چھلکتے ہوئے جام (شراب) ہیں۔ وہاں نہ تو وہ بے ہودہ باتیں سنیں گے اور نہ ہی جھوٹ سنیں گے۔ (النبا: ۳۱۔۳۵)

۱۳) اللہ سے ڈرنے والوں کو جہنم سے بچالیا جائے گا:

ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ﴿وَاِنْ مِّنْكُمْ اِلَّا وَارِدُهَا كَانَ عَلٰى رَبِّكَ حَتْمًا مَّقْضِيًّا ۝ ثُمَّ نُنَجِّي الَّذِيْنَ اتَّقَوْا وَّنَذَرُ الظّٰلِمِيْنَ فِيْهَا جِثِيًّا﴾

اور تم میں سے کوئی نہیں جس کا جہنم پر گزر نہ ہو، یہ طے شدہ بات ہے جو آپ کے رب کے ذمہ ہے۔ پھر ہم بچالیں گے ان لوگوں کو جو (اللہ تعالیٰ سے) ڈرتے رہے اور ظالموں کو اس میں گھٹنوں کے بل گرا چھوڑیں گے۔ (مریم: ۷۱۔۷۲)

۱۴) اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والے سلامتی کے ساتھ جنت میں داخل ہوں گے:

ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ﴿مَنْ خَشِيَ الرَّحْمٰنَ بِالْغَيْبِ وَجَآءَ بِقَلْبٍ مُّنِيْبِ ۝ اُدْخُلُوْهَا بِسَلٰمٍ ذٰلِكَ يَوْمُ الْخُلُوْدِ﴾ جو رحمٰن کا غائبانہ خوف رکھتا ہو اور رجوع کرنے والا دل لایا ہو (ایسے لوگوں کے لئے کہا جائے گا) تم اس جنت میں سلامتی کے ساتھ داخل ہو جاؤ، یہ ہمیشہ رہنے کا دن ہے۔ (قٓ: ۳۳۔۳۴)

۱۵) قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے عرش کا سایہ نصیب ہوگا:

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: قیامت والے دن جب کسی چیز کا سایہ نہیں ہوگا، سات قسم کے خوش نصیب ایسے ہوں گے جن کو اللہ تعالیٰ اپنے عرش کا سایہ نصیب کرے گا۔ ان میں سے ایک شخص وہ ہے ((... وَرَجُلٌ ذَكَرَ اللّٰهَ خَالِيًا فَفَاضَتْ عَيْنَاهُ...)) جس نے تنہائی میں اللہ کو یاد کیا تو اس کی دونوں آنکھیں (آنسوؤں سے) بہہ پڑیں۔ (صحیح بخاری: ٦٦٠)

۱۶) جہنم کی آگ نہیں چھوسکتی:

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: ((عَيْنَانِ لَا تَمَسُّهُمَا النَّارُ: عَيْنٌ بَكَتْ مِنْ خَشْيَةِ اللّٰهِ وَ عَيْنٌ بَاتَتْ تَحْرُسُ فِي سَبِيْلِ اللّٰهِ.)) دو آنکھوں کو جہنم کی آگ نہیں چھوسکتی: ایک وہ آنکھ جو اللہ کے ڈر کی وجہ سے رو پڑی اور دوسری وہ آنکھ جس نے اللہ کی راہ میں پہرا دیتے ہوئے رات گزاری۔ (سنن الترمذی: ١٦٣٩، وسندہ حسن)

۱۷) اکثر لوگ جنت میں اسی وجہ سے جائیں گے:

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا گیا کہ کون سا عمل اکثر لوگوں کو جنت میں لے کر جائے گا؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: ((تَقْوَى اللّٰهِ وَ حُسْنُ الْخُلُقِ.)) اللہ کا ڈر اور اچھا اخلاق۔

پھر سوال کیا گیا کہ کون سا عمل اکثر لوگوں کو جہنم میں لے کر جائے گا؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: ((اَلْفَمُ وَ الْفَرْجُ.)) زبان اور شرم گاہ۔ (سنن الترمذی: ٢٠٠٤ وسندہ صحیح)

نیز سیدنا ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو حجۃ الوداع کا خطبہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا، آپ فرما رہے تھے: ((اتَّقُوا اللّٰهَ رَبَّكُمْ، وَ صَلُّوْا خَمْسَكُمْ، وَصُوْمُوْا شَهْرَكُمْ، وَ أَدُّوْا زَكٰوةَ أَمْوَالِكُمْ، وَ أَطِيْعُوْا ذَا أَمْرِكُمْ، تَدْخُلُوْا جَنَّةَ رَبِّكُمْ.)) تم اپنے رب سے ڈرو، پانچ نمازیں پڑھو، ایک مہینے کے روزے رکھو، اپنے

مالوں کی زکوٰۃ دو، اپنے امراء کی اطاعت کرو، تو تم اپنے رب کی جنت میں داخل ہو جاؤ گے۔ (سنن الترمذی: ۶۱۶، وسندہ حسن)

۱۸) دنیا میں اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والے کو قیامت کے دن امن دیا جائے گا:

حدیث قدسی ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

((وَعِزَّتِي لَا أَجْمَعُ عَلَى عَبْدِي خَوْفَيْنِ وَ أَمْنَيْنِ إِذَا خَافَنِي فِي الدُّنْيَا آمَنْتُهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَ إِذَا آمِنَنِي فِي الدُّنْيَا أَخَفْتُهُ فِي الآخِرَةِ.)) مجھے اپنی عزت کی قسم! میں اپنے بندوں پر دو خوف اور دو امن جمع نہیں کروں گا، جب دنیا میں مجھ سے ڈرے گا تو آخرت میں امن دوں گا۔ اور جب دنیا میں نڈر رہا تو آخرت میں ڈراؤں گا۔

(صحیح ابن حبان: ۶۳۹ وسندہ حسن)

۱۹) اللہ کے ڈر سے رونے والا کسی صورت جہنم میں نہیں جائے گا:

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ((لَا يَلِجُ النَّارَ مَنْ بَكَى مِنْ خَشْيَةِ اللّٰهِ حَتّٰى يَعُوْدَ اللَّبَنُ فِي الضَّرْعِ وَلَا يَجْتَمِعُ عَلَى عَبْدٍ غُبَارٌ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَ دُخَانُ جَهَنَّمَ)) جو کوئی اللہ تعالیٰ کے ڈر سے رو پڑا وہ آگ میں داخل نہیں ہوگا حتیٰ کہ دودھ تھنوں میں لوٹ جائے اور کسی بندے پر اللہ کی راہ میں پڑنے والا غبار اور جہنم کا دھواں اکٹھے نہیں ہوں گے۔ (سنن الترمذی: ۱۶۳۳، وسندہ صحیح)

۲۰) بخشش کا انوکھا انداز:

ایک آدمی ساری عمر گناہ کرتا رہا جب موت کا وقت قریب آیا تو اللہ کا ڈر اور خوف دل میں پیدا ہو گیا اور اپنے بیٹوں کو پاس بلا کر کہنے لگا کہ میری لاش کو جلا کر راکھ بنا کر آدھی ہواؤں کے سپرد کر دینا اور آدھی راکھ سمندر میں بہا دینا انھوں نے ایسا ہی کیا۔ اللہ تعالیٰ نے سمندر کو حکم دیا، ہواؤں کو حکم دیا، راکھ کو اکٹھا کر لیا گیا، اور اس میں روح پھونک دی گئی۔ اللہ تعالیٰ نے اس سے پوچھا: تجھے کس چیز نے ایسا کرنے پر ابھارا؟ تو اس نے کہا: اے اللہ! تیرے ڈر اور خوف نے تو اللہ تعالیٰ نے اسے معاف کر دیا اور بخش دیا۔ (صحیح بخاری: ۳۴۵۲)

عبدالرحمٰن شاہین

مروجہ عید میلاد النبی کا تاریخی اور شرعی جائزہ

(قسط:۱)

عید کا مفہوم: عید کا لفظ "عَــوْد" سے ہے۔ جس کا معنی لوٹنا اور پلٹنا ہوتا ہے۔ عام طور پر انسان یہ پسند کرتا ہے کہ خوشی بار بار لوٹتی اور پلٹ کر بار بار آتی رہے اور عید بھی سال بعد پھر لوٹ کر واپس آجاتی ہے اس لئے اس کو عید کہتے ہیں۔

عید مقرر کرنا کس کا کام ہے؟

دین اسلام میں کوئی بھی چیز جب کسی خاص مقصد کے لئے مقرر و متعین کی جاتی ہے، یا تو اللہ تعالیٰ ہی اس کو مقرر و متعین کرتا ہے یا باِذن اللہ محمد رسول اللہ ﷺ۔

شریعت میں اس انداز سے کسی چیز کا بھی مقرر کرنا سوائے اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ کسی اور کو کوئی حق اور اختیار نہیں ہے۔ جیسا کہ احادیث مبارکہ میں مذکور ہے نبی ﷺ ہجرت کر کے مکۃ المکرمہ سے مدینۃ النبی ﷺ تشریف لائے تو وہاں کے لوگ سال میں دو دن خوشی اور کھیل کود کے مناتے تھے اور ان کا تعلق موسمی اثرات کے ساتھ تھا۔

نبی ﷺ نے فرمایا:

((إن اللہ قد أبدلکم اللّٰہُ بھما خیرًا منھما: یوم الأضحی و یوم الفطر.))

کہ اللہ تعالیٰ نے تمھارے ان (اپنے خود ساختہ عید کے) دونوں کے بدلے میں تبدیلی کر کے عید الفطر اور عید الاضحیٰ کا دن عطا کر دیئے ہیں۔ (سنن ابی داود: ۱۱۳۴، وسندہ صحیح)

ثابت اور معلوم ہوا کہ عید اور خوشی کا دن مقرر و متعین کرنے کا حق امتیوں کے پاس نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے پاس ہے۔

جیسے عید الفطر اور عید الاضحیٰ کے دن اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ نے مقرر کر دیئے

اسی طرح عید میلاد النبی ﷺ کی عید اللہ یا رسول اللہ ﷺ نے مقرر و متعین کر کے عطا کی ہے؟ ظاہر بات ہے نہیں۔

کیوں کہ اگر اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہوتا تو ذکر اور حکم قرآن کریم میں ہوتا لیکن پورے قرآن مجید میں کوئی ایک بھی ایسی آیت نہیں ہے اور اگر نبی ﷺ نے فرمایا یا کر کے دکھایا ہوتا تو ذکر کسی صحیح حدیث میں ہوتا لیکن پورے ذخیرۂ حدیث نبوی میں کوئی بھی ایسی صحیح حدیث نہیں ہے۔

اپنے طور پر عید کون بناتے ہیں؟

یہ واضح ہو چکا کہ عید مقرر و متعین کرنا اللہ تعالیٰ یا صاحبِ شریعت کا ہی حق ہے کسی اور کا نہیں لیکن آخر پھر وہ کون لوگ ہیں جو اپنے طور پر خود کسی دن کو عید کا دن مقرر کر لیتے ہیں۔

چنانچہ سیدنا عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے پاس ایک یہودی آیا اور کہنے لگا کہ اے عمر رضی اللہ عنہ! تمھاری کتاب قرآن میں ایک آیت ہے اگر ہم یہودیوں کے متعلق نازل ہوئی ہوتی تو جس دن وہ نازل ہوئی تو ہم اس کو عید کا دن مقرر کر لیتے۔ یہاں سے پتہ چلا کہ اپنے طور پر کسی دن کو عید کا دن مقرر و متعین کرنا یہودیوں کا شیوہ اور طریقہ تھا۔ (اعاذنا اللہ منہ)

بہر حال سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں وہ دن اور مقام بھی جانتا ہوں جب جہاں یہ آیت نازل ہوئی۔ (صحیح البخاری:۴۶۰۶)

عید میلاد النبی ﷺ عید بھی ہے؟

لغوی اعتبار سے یہ ثابت ہو چکا ہے کہ عید کو عید بار بار لوٹنے کی وجہ سے کہا جاتا ہے تو ''الفطر'' رمضان المبارک کے روزوں کا پایہ تکمیل کو پہنچنا ہے۔

رمضان ہر سال ہوتا ہے تو ''عید الفطر'' بھی ہر سال ہوتی ہے اسی طرح ''الاضحیٰ'' قربانی ہر سال ذبح کرنی ہوتی ہے تو ''عید الاضحیٰ'' تو کیا ہر سال نبی ﷺ کی پیدائش ہوتی ہے۔ یا ایک ہی بار پیدائش ہوئی تھی؟ یا ہر سال بار بار پیدائش ہوتی ہے؟ اگر تو پیدائش بھی ہر

سال بار بار ہوتی ہے؟ تو عید میلاد النبی بھی ہر سال ورنہ تو اس میں لغوی معنی کی اصلیت بھی موجود نہیں۔ اس لئے یہ عید ــــ عید نہیں ہے۔

میلاد نور کا یا بشر کا؟

اس میں کوئی دو رائے نہیں ہیں کہ نبی ﷺ پیدا ہوئے۔ آپ کی ولادت ہوئی۔ آپ کی والدہ بھی ہے۔ والد بھی ہے۔ والد کے بھائی چچے بھی تھے بہنیں پھوپھیاں بھی تھیں۔ دادا، پردادا وغیرہ بھی تھے نانا بھی ماموں اور خالائیں بھی ننھیال بھی ددھیال بھی۔ رضاعی ماں حلیمہ اور رضاعی بہن شیما بھی۔ جوانی کو پہنچے شادی ہوئی۔ آپ ﷺ خاوند اور خدیجہ رضی اللہ عنہا بیوی۔ اولاد بیٹے بیٹیاں۔ بیٹے تو بچپن میں فوت ہوگئے مگر بیٹیاں بڑی ہوئیں ان کے نکاح شادیاں بھی ہوئیں۔ ابوالعاص داماد اور نبی سسر۔ سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ داماد اور نبی ﷺ سسر۔ سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ داماد اور نبی سسر۔ بیٹیوں سے اولاد ہوئی، اُمامہ نواسی اور نبی ﷺ نانا۔ حسن و حسین رضی اللہ عنہما نواسے اور نبی ﷺ نانا۔

یہ سب رشتے جن کا تعلق حقیقت میں نبی ﷺ کی پیدائش سے ہی منسلک ہیں اور ان کا انحصار پیدائش پر ہے تو یہ رشتے بشر کے ہوتے ہیں یا نور کے۔؟

بشریتِ نبی ﷺ کا انکار میلاد کا انکار ہے:

میلاد نبی ﷺ کی بشریت کی دلیل ہے۔ اگر میلاد ہے تو آپ ﷺ بشر ہیں یقیناً بشر ہیں۔ اگر آپ ﷺ بشر نہیں تو میلاد نہیں۔ حالانکہ میلاد یعنی پیدائش یقینی ہے تو بشریت بھی یقینی ہے ورنہ بشریت کے انکار سے پیدائش ولادت کا انکار لازم آتا ہے۔

عید کی تاریخ میں اختلاف نہیں ہوتا

عید الفطر اجماع ہے کہ یکم شوال کو اور عید الاضحیٰ دس ذوالحجہ کو مگر یہ کیسی عید ہے کہ جس کی

تاریخ میں اختلاف ہے۔

تاریخ ولادت ۱۲ یا ۹ یا ۸ ربیع الاول؟

○ شاہ معین الدین احمد ندوی نے ۹۔ ربیع الاول لکھی ہے۔ (تاریخ اسلام ص ۳۱۲ ج ۱)

○ علامہ شبلی نعمانی نے لکھا ہے: ''تاریخ ولادت کے متعلق مصر کے مشہور عالم محمد باشا فلکی نے ایک رسالہ لکھا ہے جس میں انہوں نے دلائل ریاضی سے ثابت کیا ہے کہ آپ ﷺ کی ولادت ۹۔ ربیع الاول روز دوشنبہ بمطابق ۲۰۔ اپریل ۵۷۱ء میں ہوئی''

(سیرت النبی ﷺ ص ۱۷۱ ج ۱)

○ محمد ادریس کاندھلوی نے جمہور محدثین و مؤرخین کے ممتاز قول کے مطابق ۸۔ ربیع الاول تاریخ ولادت قرار دی۔ لکھا ہے کہ ''حضرت عبداللہ بن عباسؓ اور جبیر بن مطعمؓ سے یہی قول منقول ہے۔ اس کو علامہ قسطلانی نے بھی اختیار کیا ہے'' (سیرت مصطفیٰ ص ۵۷ ج ۱)

○ قاضی محمد سلمان منصور پوری رحمہ اللہ نے تحقیقی طور پر ثابت کیا کہ تاریخ ولادت ۹/ ربیع الاول ہے۔ (رحمۃ للعالمین ص ۴۰ ج ۱)

○ امام ابن کثیر رحمہ اللہ نے بھی لکھا: ''۹ ربیع الاول ولادت کا دن ہے''

(البدایۃ والنہایۃ ص ۲۶ ج ۲)

○ پیر عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ ''گیارہویں والی سرکار'' نے تو مہینہ ہی ربیع الاول تسلیم نہیں کیا بلکہ محرم الحرام کا مہینہ اور عاشورہ (۱۰) محرم نبی ﷺ کی پیدائش کا دن قرار دیا۔

(غنیۃ الطالبین: فضیلت عاشورہ)

○ نور محمد قادری ____ نے لکھا ہے نبی ﷺ کی پیدائش ۲۷۔ رمضان المبارک کو ہوئی۔

(سیرت محمد ﷺ ص ۱۱)

○ احمد رضا خان بریلوی نے فتاویٰ رضویہ میں ۸۔ ربیع الاول بھی لکھی ہے۔

کہیں تاریخ کا اختلاف کہیں مہینہ کا؟ اگر دینی اور شرعی لحاظ سے ایک اسلامی تہوار یا

عید یا خوشی ہوتی تو اس کی تاریخ میں اس قدر اختلاف نہ ہوتا۔ یہ اختلاف دلیل ہے اس بات کی کہ اس کا اسلام کے ساتھ کوئی تعلق نہیں۔

میلاد کی حیثیت میں بھی اختلاف ہے

خود میلاد منانے والے یہ ماننے پر بھی مجبور ہوئے کہ اس کی حیثیت میں اختلاف ہے۔ مولوی دیدار علی بریلوی لکھتا ہے: ''میلاد سنت اور واجب ہے''

(اصول الکلام فی بیان المولد والقیام ص ۵۸، بحوالہ البریلویہ اردو ص: ۲۱۷ و عربی ص ۱۲۴)

''مفتی'' احمد یار گجراتی لکھتا ہے: ''محفل میلاد شریف منعقد کرنا اور ولادت پاک کی خوشی منانا اس کے ذکر کے موقعہ پر خوشبو لگانا، گلاب چھڑکنا، شیرینی تقسیم کرنا، غرضیکہ خوشی کا اظہار جس جائز طریقے سے ہو وہ مستحب ہے'' (جاء الحق ص ۲۳۱)

ان دونوں میں سے پہلا ''مولوی'' دیدار علی ساتھ یہ بھی لکھتا ہے: ''میلاد شریف کا سلف صالحین سے قرونِ اولیٰ میں کوئی ثبوت نہیں یہ بعد میں ایجاد ہوئی'' (اصول الکلام ص ۱۵)

اِدھر لکھتا ہے کہ قرونِ اولیٰ میں سلف صالحین سے کوئی ثبوت نہیں اور اُدھر لکھتا ہے کہ سنت اور واجب ہے۔ ؎ ایں چہ بوالعجبی است

اب اس کو کہنا تو یہ چاہئے تھا کہ جب سلف صالحین سے قرونِ اولیٰ میں اس کا کوئی ثبوت نہیں ہے تو یہ بدعت ہے لیکن لکھتا ہے کہ سنت اور واجب ہے جبکہ دوسرا احمد یار گجراتی لکھتا ہے: ''اگر کوئی واجب سمجھے تو اس کا یہ سمجھنا بہت برا ہوگا'' (جاء الحق ص ۲۳۱)

قرآن وحدیث سے بھی ثبوت نہیں

مشہور بریلوی طاہر القادری نے بھی تسلیم کیا کہ اس کا ثبوت نبی ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے اس طرح نہیں ملتا۔ (ملخص از میلاد النبی کی شرعی حیثیت)

تو اس کا ثبوت نہ قرآن سے نہ حدیث سے نہ نبی ﷺ سے نہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے نہ

سلف صالحین سے نہ قرونِ اولیٰ میں تو پھر دلیل کہاں سے؟

میلاد کی دلیل: ''مولوی'' احمد یار گجراتی لکھتا ہے: ''آج بھی اتوار کو عیسائی اس لئے عید مناتے ہیں کہ اس دن دستر خوان اترا تھا اور حضور کی تشریف آوری اس مائدہ سے کہیں بڑھ کر نعمت ہے لہٰذا ان کی ولادت کا دن بھی یوم العید ہے'' (جاء الحق ص ۲۳۱)

مولوی حامد سعید کاظمی سابق وزیر حج کا والد بریلوی امت کا غزالی زماں مولوی احمد سعید کاظمی لکھتا ہے: ''ابولہب کافر کو مرنے کے بعد پینے کا پانی ملتا تھا... اس نے کہا کہ میں نے حضور ﷺ کی پیدائش کی خوشی میں ثویبہ کو آزاد کیا تھا یہ پانی اس کا صلہ ہے یعنی میلاد کی خوشی میں کافر شریک ہو جائے تو اسے بھی فائدہ پہنچے'' (ہم میلاد کیوں مناتے ہیں ص ۳۲ مطبوعہ ملتان)

تو اب میلاد کی دلیل مکہ کے کفار سے یا عیسائی اور اہل کتاب سے ہے۔

عیسائیوں کی کرسمس اور مسلمانوں کی عید میلاد کو مشہور بریلوی طاہر قادری نے بھی اپنی ایک ویڈیو میں ایک ہی چیز قرار دی ہے جو نیٹ پر موجود ہے۔ [باقی آئندہ شمارے میں۔ ان شاء اللہ]

نزولِ باری تعالیٰ

مشہور ثقہ محدث فقیہ کبیر اور جلیل القدر امام ابو جعفر محمد بن احمد بن نصر الترمذی رحمہ اللہ (متوفی ۲۹۵ھ) سے کسی نے سیدنا رسول اللہ ﷺ کی مشہور حدیث: ((إن الله (تعالیٰ) ینزل إلی سماء الدنیا)) بے شک اللہ تعالیٰ آسمانِ دنیا پر نازل ہوتا ہے، کے بارے میں پوچھا کہ ''فالنزول کیف یکون یبقی فوقه علو؟'' پس نزول سے (عرش پر) بلند ہونا کیسے باقی رہ جاتا ہے؟ امام ابو جعفر رحمہ اللہ نے جواب دیا:

''النزول معقول والکیف مجهول والإیمان به واجب والسؤال عنه بدعة''

نزول معقول (و معلوم) ہے اور کیفیت مجہول ہے اور اس پر ایمان واجب ہے اور اس (کی کیفیت) کے بارے میں سوال کرنا بدعت ہے۔ (تاریخ بغداد ۱/۳۶۵ ت ۳۰۷ و سندہ صحیح)

[سید تنویر حسین شاہ ہزاروی]

ابوالاسجد محمد صدیق رضا

غالی مقلدین اور وحید الزمان کی کتابیں

مختلف فرقوں کی جانب سے اہل حدیث کے خلاف پروپیگنڈا زور وشور پر ہے، قرآن وسنت سے متصادم کتنے ہی باطل اور فاسد عقائد واعمال کو زبردستی اہل حدیث عقائد واعمال کا نام دے کر ناحق اُن کی طرف منسوب کیا جارہا ہے۔ حالانکہ اہل حدیث ہمیشہ سے علیٰ وجہ البصیرت قرآن وسنت سے متصادم عقائد واعمال کی تردید کرتے چلے آرہے ہیں۔

پروپیگنڈا کرنے والے مہربانوں کے الزامات کی بنیاد اکثر و بیشتر وحید الزمان صاحب کی کتب (نزل الابرار، ہدیۃ المہدی، کنز الحقائق، لغات حدیث) پر ہوتی ہے۔ ان کتب کی بہت سی عبارتیں نقل کر کے بلاسوچے سمجھے انھیں اہل حدیث عقائد یا اعمال و فرعیات کا نام دیا جاتا ہے، حالانکہ اہل حدیث کے ہاں یہ کتب ہمیشہ سے متروک وغیر معتبر رہی ہیں۔ لیکن اس کے باوجود کچھ لوگوں نے تو شاید انجانے میں لیکن کچھ دوسرے لوگوں نے جانتے بوجھتے اور اس حقیقت سے پوری طرح واقف ہونے اور خود اس حقیقت کا اعتراف کرنے کے باوجود اپنے پروپیگنڈے کے لئے ان کتب کو اپنا مضبوط سہارا بنالیا۔ اسی طرح عنایت اللہ اثری جیسے منکرینِ حدیث کی کتب خاص طور پر ''عیون زمزم'' اور اسی طرح بعض ناصبیوں جیسے عزیز احمد صدیقی، حکیم فیض عالم صدیقی وغیرہما کی کتب بھی اہل حدیث کے سرتھوپ کر اُن کی عبارتیں نقل کر کے انھیں اہل حدیث عقائد ونظریات قرار دینے سے بھی نہیں شرماتے۔

عجیب بات یہ ہے کہ اس سلسلہ میں اہل حدیث علماء کرام وعوام کی بار بار کی وضاحتوں کو بھی بالکل خاطر میں نہیں لاتے۔ کئی بار یہ وضاحت کی جاچکی ہے کہ اہل حدیث قرآن و سنت کے مقابلے میں کسی کی بات کو قطعاً حجت نہیں سمجھتے، کہنے والا خواہ کوئی ہو اور نہ کسی کے مقلد ہیں۔ ہدیۃ المہدی، لغات الحدیث، نزل الابرار، عیون زمزم، صدیقہ کائنات اور اس

قسم کی دیگر کتب ہمارے ہاں قطعاً معتبر نہیں۔ نہ ہم ان کے جمیع مندرجات کو حق وصواب جانتے ہیں، بلکہ ان میں تحریر کئی باتوں کی علی الاعلان تردید کرتے ہیں۔

چونکہ ان کتب میں کئی مسائل وامور بلکہ عقائد تک میں قرآن وسنت، سلف صالحین اور جمہور اہلسنت اہل حدیث کی واضح طور پر مخالفت کی گئی ہے۔ ایسی آراء سے ہمیں شدید ترین اختلاف ہے اور ہم ان سے مکمل طور پر بری وبیزار ہیں۔

لیکن پروپیگنڈا کرنے والے حضرات اس طرف بالکل بھی توجہ نہیں دیتے اور توجہ دیں بھی کیوں؟ کہ اسطرح تو ان سب کا کیا دھرا، ساختہ پرداختہ اکارت جاتا ہے۔ برباد ہو کر رہ جاتا ہے اور اصل حقیقت نکھر کر سامنے آجاتی ہے۔ جس کا مخفی و پوشیدہ رکھنا اور جس پر دبیز پردے چڑھائے رکھنا ان حضرات کی اہم ترین ضرورت ہی نہیں بلکہ اشد مجبوری بھی ہے۔ چونکہ اس طرح یہ اپنے غلط عقائد ونظریات اور مسائل کے لئے بزعم خود الزامی دلائل بھی لے آتے ہیں اور پروپیگنڈا کا مقصد بھی حاصل ہو جاتا ہے۔

پھر اس طرح حلقۂ ارادت بھی مطمئن ہو جاتا ہے۔

ہدیۃ المہدی اور علماء دیوبند: جیسا کہ عرض کیا گیا کہ اہل حدیث کے خلاف باطل الزامات عائد کرنے والے اکثر بریلوی دیوبندی علماء کا ایک بڑا اور اہم ماخذ نواب وحید الزمان صاحب کی کتب ہیں، لہٰذا اس بات کی وضاحت ضروری معلوم ہوتی ہے کہ اہل حدیث کے ہاں یہ کتب کس پایہ اور حیثیت کی ہیں؟ جن لوگوں کا مقصد محض اعتراض برائے اعتراض ہی نہیں بلکہ حقیقت کو تسلیم کر لینا ہے ممکن ہے وہ ان معروضات کو قبول فرما کر پروپیگنڈے کی روش سے باز آجائیں۔ سب سے پہلے علماءِ دیوبند کی گواہیاں ملاحظہ کیجئے:

۱) انکے ''علامہ، محقق، محدث، ناقد وفقیہ'' عبدالرشید نعمانی صاحب نے لکھا ہے:

''وحید الزمان بن مسیح الزمان الکھنوی... وله مولفات عديدة منها التراجم لصحيح المسلم، و سنن أبي داؤد، والمؤطا، وغيرها، و كان في مبدأ امره حنفيًا، ثم تحوّل إلى مذهب ظواهر الحديث، وأنكر تقليد الأئمة في الفروع،... ثم

صارفي آخر امره شيعيًا يفضّل عليًا على الثلاثة و يسبُّ معاوية و يرمي أهل السنة بالنصب، وصنف كتابًا في غريب الحديث بالأردو سماه ((أنوار اللغة)) جمع فيه بين غريب حديث أهل السنة والإمامية... و للأخ الشقيق المحقق البحاثة محمد عبد الحليم الجشتي حفظه الله تعالىٰ كتاب في ترجمة حياته بالأردو سمّاه ((حياة و حيد الزمان)) وقد طبع الكتاب و شاع."

"وحید الزمان بن مسیح الزمان لکھنوی...ان کی کئی تالیفات ہیں جن میں صحیح مسلم، سنن ابی داود، موطا وغیرھا کے (اردو) تراجم ہیں۔ پہلے پہل آپ حنفی تھے، پھر مذہبِ ظواہر حدیث کی طرف منتقل ہو گئے، اور فروع میں ائمہ کی تقلید کا انکار کر دیا...پھر آخر میں شیعہ ہو گئے علی کو (خلفاء) ثلاثہ (رضی اللہ عنہم اجمعین) پر فضیلت دیتے اور معاویہ (رضی اللہ عنہ) کو بُرا کہتے تھے اور اہلسنت کو ناصبی ٹھہراتے تھے۔ اردو میں حدیث کے مفردات پر ایک کتاب لکھی اس کا نام رکھا "انوار اللغۃ" اس میں اہل السنۃ اور امامیہ کی احادیث کے مفردات جمع کر دیئے... میرے محقق بھائی عبدالحلیم چشتی حفظہ اللہ کی اردو میں وحید الزمان کے حالات زندگی پر ایک کتاب جس کا نام انھوں نے "حیات وحید الزمان" رکھا ہے۔ یہ کتاب طبع ہو کر شائع ہو چکی ہے" (الامام ابن ماجہ کتاب السنن ص ۲۸۱،۲۸۰۔ ماتمس الیہ الحاجہ ص ۵۴ و ۴۹)

یہ دیوبندی "محقق، محدث، ناقد وعلامہ" نعمانی صاحب کی گواہی ہے کہ حنفیت اور تقلید چھوڑنے کے بعد وحید الزمان ظواہر حدیث کے مذہب پر آئے لیکن آخر کار شیعہ ہو گئے تھے۔ پھر ان کے حقیقی بھائی دیوبندیوں کے "المحدث الکبیر" عبدالحلیم چشتی صاحب جو کہ عرصہ دراز سے بنوری ٹاؤن (نیو ٹاؤن) کراچی میں تخصص فی الحدیث کے استاد ہیں۔ آپ نے "حیات وحید الزمان" کے نام سے کتاب لکھی ہے۔

۲) عبدالحلیم چشتی دیوبندی اس کتاب میں "آپ کا مسلک" کے عنوان سے لکھتے ہیں:

"مولوی صاحب کے مزاج میں ایک نوع کا تلوّن اور انتہا پسندی بھی تھی۔ جس کی وجہ سے بعض مسائل میں جمہور اہلحدیث سے آپ کا اختلاف رہا" (حیات وحید الزمان ص ۱۵۱)

چشتی صاحب نے مزید لکھا: ''جب آپ نے ہدیۃ المھدی تالیف کی، اہلحدیث میں مخالفت کی ایک لہر دوڑ گئی تھی۔ چنانچہ اہلحدیث میں سے ایک شخص نے اس مخالفت کے بارے میں موصوف کو لکھا تھا، اس کے جواب میں آپ لکھتے ہیں: ''مجھ کو میرے ایک دوست نے لکھا جب سے تم نے ہدیۃ المھدی تالیف کی ہے تو اہلحدیث کا ایک بڑا گروہ جیسے مولوی شمس الحق'' عظیم آبادی اور مولوی محمد حسین لاہوری اور مولوی عبداللہ غازیپوری اور مولوی فقیر اللہ پنجابی اور مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری وغیرہم تم سے بددل ہو گئے اور عامہ اہلحدیث کا اعتقاد تم سے جاتا رہا میں نے ان کو جواب دیا الحمدللہ کوئی مجھ سے اعتقاد نہ رکھے نہ میرا مرید ہو'' الخ (حیات وحید الزمان ص ۱۰۱ بحوالہ لغات الحدیث مادہ شر)

چشتی صاحب نے نواب صاحب کی تالیفات کا تعارف کرتے ہوئے ''ھدیۃ المھدی'' کے متعلق لکھا: ''مولانا کی تالیفات میں بس یہی ایک کتاب ایسی ہے جو چھپ کر منظر عام پر آئی تو طبقہ اہلحدیث ہی میں وہ شورش ہوئی کہ تمام لوگ آپ کے سخت مخالف ہو گئے، کیوں کہ اس کتاب میں ان لوگوں کی رائے میں بھی بعض باتیں ایسی لکھ دی تھیں جن کا لکھنا روا نہ تھا'' (حیات وحید الزمان ص ۱۴۳)

اور یہی وہ ناروا باتیں ہیں جنھیں اٹھا کر بہت سے دیگر لوگوں کی طرح غازیپوری صاحب اور ان جیسے دیگر افراد اہل حدیث پر الزام تراشی کرتے رہتے ہیں، حالانکہ خود مؤلف اور دیوبندی عالم کی گواہی کے مطابق اہل حدیث تو اس کتاب کے منظر عام پر آتے ہی اس کے سخت مخالف ہو گئے تھے، اور مخالفت کرنے والوں میں جن کے نام آئے وہ معمولی لوگ نہیں بلکہ جید علماء کرام تھے۔ مثلاً:

۱: شمس الحق عظیم آبادی آپ سنن ابی داود کی شرح ''غایۃ المقصود'' کے نام سے عربی میں تحریر فرما چکے ہیں، نیز سنن دارقطنی کی عربی شرح التعلیق المغنی لکھی ہے۔

عربی فارسی اور اردو میں بیس کے قریب کتابیں لکھی ہیں، آپ جید عالم دین تھے۔

۲: مولانا محمد حسین لاہوری یہ مولانا بٹالوی تھے، ان کے متعلق غازیپوری صاحب کی

کتاب میں لکھا ہے:

''ڈاکٹر فریوائی صاحب مولانا بٹالوی کی شان میں یوں رقم طراز ہیں: ''آپ سید نذیر حسین دہلوی کے اجل تلامذہ میں تو شمار ہوتے ہی تھے، ساتھ نادرۂ روزگار بھی تھے، پوری زندگی اسلام کے دفاع اور سنت کو زندہ کرنے میں بسر کی'' (آئینہ ص ۱۹، وقفہ ص ۱۰)

۳: مولانا عبداللہ محدث غازیپوری صاحب، ان سے متعلق غازیپوری صاحب کی کتاب میں لکھا ہے: ''مولانا... اس جماعت کے ان اکابر علماء میں سے تھے جن کو یہ لوگ بلند و بالا القاب اور گراں قدر خطابات سے نوازتے ہیں'' (آئینہ ص ۵۱، وقفہ: ۴۹)

۴: مولانا ثناء اللہ امرتسری صاحب ان سے متعلق غازیپوری صاحب، نے لکھا:

''مولانا ابوالوفاء ثناء اللہ امرت سری کا شمار غیر مقلدین کے چوٹی کے علماء میں ہوتا ہے... ''مذہب اھلحدیث'' نام کی آپ کی ایک کتاب ہے جو اس جماعت کے اندر بہت مقبول و متداول ہے اور انڈو پاک میں بارہا طبع ہو چکی ہے'' (آئینہ ص ۵۵، وقفہ ص ۵۳)

غازیپوری صاحب کی کتاب کے ان اقتباسات سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ بخوبی جانتے ہیں کہ یہ اہل حدیث کے معروف و نامور علماء میں سے ہیں۔ اب معروف لوگوں نے ہدیۃ المہدی کی بھرپور مخالفت کی ہے، جیسا کہ چشتی صاحب نے لکھا ہے۔

۴) امین اکاڑوی صاحب کی گواہی:

کوئی کچھ کہے اور سمجھے اور حقیقت کچھ بھی ہو مگر غازیپوری، گھمن اور باجوہ صاحبان و دیگر بہت سے دیوبندی تو اپنے ''مناظر اسلام، وکیل احناف و ترجمان'' امین اوکاڑوی صاحب کی گواہی کو معتبر ہی سمجھیں گے اور غالباً ان کی گواہی رد بھی نہیں کریں گے، تو سنئے اوکاڑوی صاحب نے لکھا ہے:

''نواب وحید الزمان نے ھدیۃ المھدی، نزل الابرار... کنز الحقائق، میر نور الحسن نے عرف الجادی... صدیق حسن نے بدور الاھلہ وغیرہ کتابیں لکھیں، مگران کتابوں کا جو حشر ہوا وہ خدا کسی دشمن کی کتاب کا بھی نہ کرے نہ ہی غیر مقلد مدارس نے ان کو قبول کیا کہ ان میں سے

کسی کتاب کو داخل نصاب کر دیتے۔ نہ ہی غیر مقلد مفتیوں نے ان کو قبول کیا کہ اپنے فتاوٰی میں ان کو لیتے۔ نہ ہی غیر مقلد عوام نے ان کو قبول کیا وہ مرزا کادیانی اور سوامی دیانند کی کتابوں سے اتنا نہیں جلتے جتنا ان کتابوں کے نام سے جلتے ہیں''

(مجموعہ رسائل، مطبوعہ گوجرانوالہ ۳/ ۹۷، تجلیات صفدر ۱/ ۴۷۲، مطبوعہ ملتان)

یہ اوکاڑوی صاحب کی گواہی ہے، جن کے ملفوظات گھمن کے رسالہ کی زینت بنتے ہیں اور غازیپوری صاحب نے ان سے متعلق یہ بیان دیا:

''حضرت کے علم کا سواں حصہ بھی ہمیں نصیب ہو جائے تو بڑی بات ہے ان جیسے انسان صدیوں بعد پیدا ہوتے ہیں... علم تو ان لوگوں کے پاس تھا ہم تو ان کی باتیں یاد کر کے اپنے الفاظ میں بیان کر دیتے ہیں'' (سہ ماہی ''قافلہ'' سرگودھا ج ۲ شمارہ نمبر ۳ ص ۵۵)

تو ان کے ''حضرت'' نے یہ گواہی دی کہ اہل حدیث مدرسے، علماء و مفتیان حتیٰ کہ عوام نے بھی ان کتب کو قبول نہیں کیا۔ اب معلوم نہیں کہ غازیپوری، گھمن اور باجوہ صاحبان وغیرہم کے سامنے اپنے ''حضرت'' کی یہ ''گواہی'' نہیں آئی یا مسلکی تعصب اور اہل حدیث کے بغض و عداوت میں اپنے انہی ''حضرت'' کی بھرپور نقالی کرتے ہوئے اس گواہی سے چشم پوشی و اعراض کر گئے؟ چونکہ ان کے یہ ''حضرت'' بھی تو روزِ روشن کی طرح واضح اس حقیقت سے واقف ہونے اور برملا اس کا اعتراف کرنے کے باوجود بھی انھیں کتب کی عبارتیں نقل کر کے اہل حدیث پر بہتان طرازی و الزام تراشی کا شوق پورا فرماتے رہے اور غازیپوری صاحب اور ان کے دیگر ہم مشرب حضرات اپنے ''حضرت'' کی ان بے اصولیوں کو یاد کر کے اپنے الفاظ و انداز میں بیان کر دیتے ہیں۔ گویا بے اصولی ہی ان کا میدان ٹھہرا!

④ ڈاکٹر خالد محمود دیوبندی کی گواہی:

ان کے ایک اور ''مناظر اسلام و علامہ ڈاکٹر'' خالد محمود صاحب کی گواہی ملاحظہ کیجئے، وحید الزمان صاحب کے بارے میں لکھا ہے:

''غیر مقلد ہونے کے بعد شیعیت کی طرف خاصے مائل ہو گئے تھے، آپ کی کتاب ہدیۃ

الہدی آپ کے انہی خیالات کی ترجمان ہے" (آثارالحدیث۲/۳۹۸)

وحیدالزمان صاحب کا اپنا بیان نقل کرتے ہوئے خالد صاحب نے لکھا:

"مجھ کو میرے ایک دوست نے لکھا کہ جب سے تم نے کتاب ہدیۃ المہدی تالیف کی ہے تو اہلحدیث کا ایک بڑا گروپ... تم سے بددل ہو گئے ہیں اور عامہ اہلحدیث کا اعتقاد تم سے جاتا رہا ہے" (حوالہ سابق۲/۳۹۸)

مزید لکھا: "آپ فخر الدین الطویحی شیعی (۱۰۸۵ھ) کی کتاب مطلع نیرین اور مجمع البحرین سے خاصے متاثر تھے وحید اللغات کی اس قسم کی عبارات انہی خیالات کی تائید کرتی ہیں۔ شیخین کو اکثر اہلسنت حضرت علیؓ سے افضل کہتے ہیں اور مجھ کو اس امر پر بھی کوئی قطعی دلیل نہیں ملتی... حضرت امیر معاویہؓ کے بارے میں لکھتے ہیں: ان کی نسبت کلمات تعظیم مثل حضرت رضی اللہ عنہ سخت دلیری اور بیبا کی ہے... ان خیالات کے باوجود جماعت اہلحدیث انہیں اپنے بزرگوں میں سے سمجھے تو اسے وہ جانیں۔ جہاں تک ہم سمجھ سکے ہیں مولانا وحید الزمان شیعہ کتب حدیث کو اہلسنت کتب حدیث کی کتابوں کے قریب لانا چاہتے تھے اور اسی لئے انھوں نے مسلک اہلحدیث اختیار کیا تھا... آپکی لغات حدیث اسی فکر پر مرتب ہوئی ہے" (حوالہ سابق۲/۳۹۸)

خالد محمود صاحب کی بھی یہی گواہی ہے کہ ہدیۃ المہدی ولغات حدیث شیعہ خیالات کی ترجمان ہے۔ اہل حدیث خیالات کی نہیں۔

۵) حافظ مہر محمد دیوبندی (میانوالی) کی گواہی:

ان کے "وکیل اہلسنت" میانوالی صاحب نے گواہی دیتے ہوئے لکھا:

"آخر عمر میں علامہ وحید الزمان تفضیلی شیعہ ہو گئے تھے ان کا قول حجت نہیں ہے... ان کی طبع میں ایک قسم کی تلون مزاجی اور انتہا پسندی تھی کچھ عرصہ مقلد رہنے کے بعد غیر مقلد بن گئے اور آزادانہ تحقیق کے کاربند ہو گئے اسی دور میں انھوں نے صحاح ستہ کے تراجم کئے اور شیعی نظریات کے حامل ہو گئے، اسی دور میں انھوں نے انوار اللغہ ملقب بہ وحید اللغات مرتب

کی اس میں متعدد مقامات پر انھوں نے اپنے شیعی خیالات کا اظہار کیا ہے۔ دیکھئے مادہ عجز، مادہ عشم، مادہ غرب ۱۸، مادہ صبر، مادہ عود (تفصیلی عبارات بنات اربعہ ۴۳۸ تا ۴۴۲ ملاحظہ فرمائیں جو اس کی شیعت کا برملا اقرار ہیں۔)'' (شیعہ کے ہزار سوال کا جواب ص ۴۰۱)

۶) محمد نافع دیوبندی کی گواہی:

محمد نافع دیوبندی نے وحید الزمان کے بارے میں لکھا ہے: ''یہ خیالات ان کے معتقدات کو نمایاں کر رہے ہیں کہ یہ بزرگ زندگی کے آخری ایام میں شیعی نظریات کے حامل ہو گئے تھے اور شیعہ لوگ حضرت فاطمہؓ کو اکلوتی بیٹی کہہ دیں تو ان کو اختیار ہے۔

کتاب و سنت اور تاریخ اسلام کا خلاف کرنے میں ان کو کون روک سکتا ہے یہ شخص پہلے سنی حنفی ہو، پھر کچھ مدت کے بعد تقلید سے آزاد ہو کر غیر مقلد ہو جائے اور پھر اس پر بھی اکتفا نہ کرے بلکہ شیعہ نظریات کو اختیار کر لے تو ایسے متلوّن مزاج بزرگ کے بیانات پر کیا اعتماد کیا جا سکتا ہے؟'' (بنات اربعہ ص ۴۴۲)

۷) ابوالحسنین ہزاروی صاحب کی گواہی:

سپاہ صحابہ پاکستان کی طرف سے رافضیت کے رد میں ایک ضخیم کتاب ''تاریخی دستاویز'' کے نام سے شائع ہوئی۔ اس کے جواب میں رافضیت کی طرف سے ''تحقیقی دستاویز'' کے نام سے ایک کتاب سامنے آئی تو ابوالحسنین ہزاروی صاحب نے اس کا جواب حقیقی دستاویز کے نام سے تحریر فرمایا، اس میں ایک مقام پر موصوف نے لکھا:

''یہ حقیقت ہے کہ نواب صاحب شیعہ ہو گئے تھے ان کے اپنے گروپ کا بھی یہی کہنا ہے۔ چنانچہ اسی انوار اللغۃ کے مقدمہ میں ''مؤلف کا مذہب'' کا عنوان قائم کر کے لکھا گیا ہے کہ موصوف نے مذہبی طور پر کئی روپ بدلے اپنے بھائی کی صحبت نے نواب صاحب کو غیر مقلد تو بنا دیا مگر علمائے اہلحدیث ان کی چابک دستیوں کی وجہ سے ان سے سخت ناراض رہے۔ مقدمہ کی عبارت ہے کہ ان کے بعض تفردات سے شیعی عقائد کے ساتھ ہم آہنگی بھی ظاہر ہوتی تھی اسی وجہ سے اکابر علمائے اہلحدیث نے ان سے پرزور بیزاری کا اظہار

کیا۔(مقدمہ انوار اللغہ ص ۴)" (حقیقی دستاویز تاریخ دستاویز ص ۹۷)

یہ دیوبندی علماء کی گواہیاں ہیں۔جن سے درج ذیل باتیں واضح ہوتی ہیں:

☆ وحید الزمان صاحب کچھ عرصہ اہلحدیث رہنے کے بعد شیعت کی طرف مائل ہو گئے تھے۔

☆ ہدیۃ المہدی اور لغات الحدیث کی معترضہ عبارات شیعہ نظریات پر مشتمل ہیں، نہ کہ اہل حدیث نظریات پر۔

☆ ہدیۃ المہدی کے منظر عام پر آتے ہی اہل حدیث علماء وعوام میں اس کی مخالفت کی عام لہر دوڑ گئی تھی۔

☆ اکابر علماء اہل حدیث نے ہدیۃ،لغات اوران کے مصنف نواب وحید الزمان صاحب سے پرزور بیزاری کا اعلان کیا۔

مولف ہدیۃ المہدی کی اپنی وضاحت:

اس سلسلہ میں خود وحید الزمان صاحب کی اپنی وضاحت بھی قابل غور ہے۔چنانچہ انھوں نے لکھا ہے:"اگر ہم فوت ہو جائیں تو ہر ایک مسلمان بھائی کو ہماری یہ وصیت ہے کہ ہمارا اسلام حضرت وحضرت عیسیٰ علیہ السلام کو پہنچادے اور ہماری یہ کتاب ہدیۃ المہدی آپکے ملاحظہ میں گزاردے"

پھر حاشیہ میں "ہدیۃ المہدی" سے متعلق لکھا:

"اس کتاب پر ہمارے زمانے کے مسلمانوں کو بڑا غصہ ہے وجہ یہ ہے کہ یہ کتاب کلی مسائل میں کسی فریق کے موافق نہیں ہے، بلکہ خذ ما صفا ودع ما کدر پر عمل کیا ہے، نہ اہلحدیث ہمارے زمانے کے اس کو پسند کرتے ہیں اور نہ ہی مقلدین حضرات نہ امامیہ پسند کرتے ہیں نہ نام کے سنی، میرا بھروسہ اللہ جل جلالہ پر ہے۔" (لغات الحدیث ج ۲ ص ۵۷ کتاب "ز")

دیکھیے!کس قدر واضح الفاظ میں مولف نے یہ بیان کر دیا کہ یہ کتاب "ہدیۃ المہدی" تمام مسائل میں کسی فریق کے موافق نہیں، دیگر مذاہب کی طرح اہل حدیث بھی اس کتاب

کو پسند نہیں کرتے۔ جب کتاب لکھنے والا خود کہہ رہا ہے کہ یہ کتاب تمام مسائل میں کسی مسلک کے مطابق نہیں ہے۔ اس کے باوجود بھی اس کتاب کو اہل حدیث مسلک وعقائد کی کتاب بتلانا اور اس کی بنیاد پر اہل حدیث کو الزام دینا انھیں ملامت کرنا کس طرح درست ہو سکتا ہے؟

ہدیۃ المہدی اور غازیپوری صاحب:

غازیپوری صاحب نے اس کتاب سے کتنی ہی باتیں نقل کر کے ان کا سخت ترین رد لکھا۔ اس میں شرک وکفر تک ثابت کر دیا لیکن اس کے باوجود دل کی ہمدردی نوکِ قلم پر آ گئی، جب جناب نے یہ لکھا: ''وحید الزمان حیدر آبادی اپنی عظیم الشان تصنیف ''ہدیۃ المہدی'' میں اس موضوع پر تفصیل سے گفتگو کرنے کے بعد فرماتے ہیں'' (آئینہ ص ۱۷۸، وقفہ ص ۲۴۷)

عربی میں ''کتابہ العظیم'' کے الفاظ ہیں۔ جب کتاب میں شرکیہ وکفریہ باتیں ہیں، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی گستاخیاں ہیں تو بتایئے یہ ''عظیم الشان کتاب'' کیسے ہوئی؟ آپ نے یہ کیسے کہہ دیا؟ دل کی ہمدردی ہی تو ہے۔

ہدیۃ المہدی کے ناشرین:

گزشتہ تفصیل سے یہ بات تو واضح ہو چکی ہے کہ اس کتاب کے منظر عام پر آتے ہی اہل حدیث میں شورش اٹھی، وہ اس کے مخالف ہو گئے۔ جب اہل حدیث اس کتاب سے متفق ہی نہیں تو اس کی نشر واشاعت کیوں کرتے؟ ہاں البتہ بعض باطل عقائد وبدعات کی تائید کی بنا پر دیوبندی اور بریلوی اس کتاب پر گویا خوش ہیں، اسی لئے تو اس کی اشاعت میں سرگرم ہیں۔

چنانچہ ہدیۃ المہدی، نزل الابرار، عرف الجادی، کنز الحقائق وغیرہا کتب کے ناشر ''جمعیت اہل سنت'' لاہور کے دیوبندی ''حضرات'' ہیں۔ یہی ان کتب کو شائع کرتے ہیں۔ نیز ہدیۃ المہدی کا ترجمہ فیصل آباد میں بریلویوں کے ''علامہ'' صائم چشتی صاحب نے کیا اور ان کے ''مکتبہ چشتیہ'' ارشد مارکیٹ جھنگ بازار سے یہ ترجمہ شائع ہوا ہے۔

ابوعبدالرحمٰن محمد رفیق طاہر
مدرس جامعہ دار الحدیث محمدیہ (ملتان)

مدلس راوی کی عن والی روایت ضعیف ہوتی ہے

اللہ رب العالمین نے قرآن مجید فرقان حمید میں اہل ایمان کو تحقیق کا حکم دیتے ہوئے ارشاد فرمایا ہے: ﴿ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنْ جَاءَكُمْ فَاسِقٌ بِنَبَإٍ فَتَبَيَّنُوا ﴾ اے اہل ایمان اگر تمہارے پاس کوئی بھی فاسق کسی بھی قسم کی خبر لے کر آئے تو اسکی تحقیق کر لو۔ (الحجرات:٦)

اللہ تعالی کے اسی حکم کی بجا آوری کرتے ہوئے محدثین عظام نے ہر اس خبر کی سخت تحقیق کی جسکی نسبت نبی کریم ﷺ کی طرف کی گئی۔ اور ہر قسم کی مشکوک بات کو رسول اللہ ﷺ کی طرف منسوب ہونے سے روک دیا۔ اور انہوں نے کمال اجتہاد کا مظاہر فرماتے ہوئے اسی آیت سے ہی تحقیق کے اصول وضع فرمائے۔ چنانچہ کسی بھی روایت کی صحت کے لیے اصول وضع کیا گیا: ''**مانقله عدل تام الضبط متصل السند عن مثله غير معلل ولا شاذ**.'' یعنی ہر وہ روایت صحیح ہوگی جسے نقل کرنے والا تام الضبط عادل ہو اور وہ اپنے ہی جیسے عادل اور تام الضبط سے روایت کرے اور ان دونوں کے مابین اتصال بھی ہو، اور اسکے ساتھ ساتھ وہ روایت معلل اور شاذ بھی نہ ہو۔

اس اصول میں عدل کی شرط انہوں نے آیت میں موجود لفظ فاسق کی دلیل خطاب سے نکالی کہ فاسق کی روایت مردود اور عادل کی مقبول ہوگی۔ اور تام الضبط کی شرط انہوں نے لفظ نبا سے استنباط کی، کیونکہ نبا یعنی خبر وہی شخص دے سکتا ہے جسکا حافظہ درست ہو وگرنہ خراب حافظہ کا مالک تو خبر کو افسانہ بنا دیتا ہے۔ اور متصل السند کی شرط لفظ جاء کم سے اخذ کی۔ اور عدم شذوذ وعدم نکارت کی شرط حکم الٰہی فتبینوا سے ماخوذ ہے۔

کسی بھی روایت کی صحت پرکھنے کے اس اصول میں ایک شرط اتصال سند کی ہے۔

یعنی روایت کرنے والا اپنے جس شیخ سے روایت کر رہا ہے اس نے اس شیخ سے وہ روایت سنی بھی ہو۔ اگر اس نے خود اس شیخ سے نہیں سنی بلکہ کسی اور نے اسے بتایا کہ آپکے شیخ نے یہ بات بھی بیان فرمائی ہے اور اس نے درمیان والے آدمی کا تذکرہ حذف کر دیا اور ڈائریکٹ کہنے لگا کہ میرے شیخ نے یوں کہا ہے تو اسے انقطاع کہتے ہیں اور انقطاع کی اس کیفیت کا نام تدلیس ہے۔ انقطاع سند کی اسکے علاوہ اور بھی بہت سی کیفیات ہیں۔ لیکن فی الحال صرف یہی خاص کیفیت زیر بحث ہے۔

چونکہ تدلیس کرنے والا راوی اپنے ایسے شیخ سے ان سنی بات روایت کرتا ہے جس سے اس نے بہت کچھ سن رکھا ہوتا ہے، اس وجہ سے ظاہری طور پر وہ سند متصل ہی نظر آتی ہے جبکہ درحقیقت وہ منقطع ہوتی ہے۔ اور منقطع روایت کو ضعیف میں شامل کرنے کی وجہ ساقط راوی کے بارہ میں عدم واقفیت ہے کہ نہ جانے وہ ثقہ ہے یا ضعیف؟، اور ہوسکتا ہے کہ اس راوی کی عدالت پر سخت ترین جرح ہو۔ چونکہ رسول اللہ ﷺ نے مشکوک سے احتراز کا حکم دیا ہے، لہٰذا ساقط راوی کے مشکوک ہونے کی بناء پر اس منقطع روایت کو قبول نہیں کیا جاتا۔ اور یہی سبب مدلس کی روایت میں بھی بدرجہ اتم پایا جاتا ہے۔ اسی بناء پر مدلس کی روایت اسوقت تک قبول نہیں کی جاتی جب تک اسکا متصل ہونا معلوم نہ ہو جائے۔ اور ابتداء میں محدثین مدلس کی معنعن روایت سے احتراز ہی کیا کرتے تھے۔ لیکن جب امام زہری، سفیان بن عیینہ، سفیان ثوری اور ان جیسے اجلہ محدثین سے بھی تدلیس معلوم ہوگئی تو ناقدین نے اس بات کا اہتمام کیا کہ ان مدلسین کی ایسی روایات کو معلوم کیا جائے جو انہوں نے اپنے مشائخ سے سنی ہیں۔ چنانچہ کچھ محدثین نے ان مدلس رواۃ کی صرف وہ روایات ہی بیان کیں جو انہوں نے اپنے مشائخ سے سنی تھیں جیسا کہ امام شعبہ ؒ نے اس بات کا اہتمام کیا۔ اور کچھ مدلسین ایسے تھے جو اپنے خاص شیوخ سے تدلیس نہیں کرتے تھے تو انہوں نے اسکی صراحت فرما دی جیسا کہ ابن جریج ؒ نے عطاء ؒ کے بارہ میں صراحت فرمائی کہ وہ ان سے صرف مسموعات ہی روایت کرتے ہیں۔ اور کچھ جہابذہ نے رواۃ اور انکی مرویات کو

بغور پرکھا اور مدلسین کی وہ روایات جو انہوں نے اپنے مشائخ سے سنی تھیں انکی نشاندہی فرما دی، جیسا کہ امام بخاری و مسلم ؒ نے مدلسین کی کچھ معنعن روایات اپنی اپنی صحیح میں نقل کیں جو کہ مدلسین نے اپنے مشائخ سے سن رکھی ہیں۔ اسی بناء پر ہم کہتے ہیں کہ اگر کسی مدلس راوی کسی بھی معنعن روایت کے بارے میں کوئی ماہر ناقد مثلاً بخاری، مسلم اور علی بن مدینی ؒ وغیرہم صحت کا حکم لگادیں تو وہ روایت سماع پر محمول سمجھی جائے گی۔

پھر کچھ محدثین نے مدلس رواۃ کو طبقات میں تقسیم کیا۔ متقدمین میں سے مدلسین کی طبقاتی تقسیم ابوعمرو عثمان بن سعید الدانی ؒ (المتوفی ۴۴۴ھ) نے اپنی تصنیف لطیف ''کتاب فی علم الحدیث'' میں بھی کی ہے۔ انہوں نے مدلسین کے کل چھ طبقات بنائے ہیں۔ وہ اپنی اس کتاب (ص ۱۱ب، مخطوط) میں باب باندھتے ہیں: ''باب ذکر أحوال المدلسین من أصحاب الحدیث وتقسیم طبقاتهم وشرح مذاهبهم'' اور پھر اسکے تحت انہوں نے مدلس رواۃ کی چھ طبقات میں تقسیم فرمائی۔

پہلی قسم کے بارے میں وہ فرماتے ہیں: ''فالضرب الأول: أن یدلس الراوي عن الثقات الذین هم فی الثقة مثل المحدث أو فوقه أو دونه غیر أنهم لم یخرجوا من جملة من یُقبل خبره، ویحتج بنقله.''

اور دوسری قسم کے بارے میں رقمطراز ہیں: ''قومٌ یدلسون الحدیث عمن سمعوا منه وشاهدوه، فیقولون: قال فلان کذا، ولم یسمعوا منه، فإذا وقع إلیهم ممیز لما سمعوا مما لم یسمعوا أو سئلوا أو وُقفوا علی سماعهم ورجعوا فی ذلک ذکروا فیه سماعاتهم وکشفوا عن ذلک.''

اور تیسری قسم: ''قومٌ یدلسون عن أقوامٍ مجهولین لا یدری من هم، ولا من أین هم..''

اور پھر مدلسین کے اس تیسرے طبقہ کے بارے میں مثال دیتے ہوئے فرماتے ہیں:

'' فمنهم سفیان الثوري، یروی عن: ابي همام السکوني، وابي مسکین،

وأبي خالد الطائي، وغيرهم من المجهولين ممن لم يوقف حذاق المحدثين على أسمائهم غير أبي همام، فيقال اسمه :الوليد بن قيس .والله أعلم ومنهم أيضًا شعبة بن الحجاج يحدث أيضًا عن جماعة من المجهولين، وكذلك بقية بن الوليد يحدث عن جماعة لا يوقف على أسمائهم ولا عدالتهم حتى قال أحمد بن حنبل رحمه الله :إذا حدث بقية عن المشهورين فروايته مقبولة، وإذا حدث عن المجهولين فغير مقبولة."

اور چوتھی قسم کی حالت یوں بیان فرماتے ہیں: " قوم يدلسون أحاديث رووها عن المجروحين فغيروا أسماء هم وكناهم لئلا يعرفوا." (قلمی13ب)

اور پانچویں قسم: "قومٌ يدلسون عن قوم سمعوا منهم الكثير، وربما فاتهم الشيء عنه فيدلسونه."

اور چھٹے طبقہ کے مدلسین: "قوم يروون عن شيوخ لم يروهم قط، ولم يسمعوا منهم، إنما قالوا:"فلان" فحمل ذلك عنهم على السماع، وليس عندهم سماعٌ عالٍ ولا نازل."

الغرض محدثین نے مدلس رواۃ کومختلف طبقات میں تقسیم کرنا شروع کردیااور پہلے طبقہ کے سوا باقی مدلسین کی روایات تحدیث وسماع کی دلیل کے پرہی قبول کرتے وگرنہ ردفرمادیتے۔اور مدلسین کی طبقاتی تقسیم کا یہ سلسلہ چلتارہااوراس میں ترمیم واضافہ جاری رہا،حتی کہ حافظ علائی اورحافظ ابن حجر وغیرہما نے مدلسین کے ان طبقات کوایک نیارخ دے دیااور تقسیم طبقات میں ان سے کچھ سہو بھی ہوا،لیکن اسکے باوجودانکی یہ تقسیم بہت زیادہ مقبول ہوئی۔مدلسین کی اس طبقاتی تقسیم کے ساتھ جوبھی گزری،ہم نے دیکھنا یہ ہے کہ کیا یہ طبقاتی تقسیم جس میں کہ محدثین،متقدمین اورمتاخرین اختلاف کاشکار ہوئے ہیں (۱)نفس مسئلہ تدلیس پراثرانداز ہوسکتی ہے؟ کہ جسکا بنیادی حکم رد ہے نہ کہ قبول۔

اس بارے میں مختصراہم یہ عرض کرتے ہیں کہ کسی بھی مدلس راوی کی معنعن روایت

اسوقت تک مقبول نہیں ہے جبکہ تک اس روایت کے بارہ میں سماع کی دلیل نہ مل جائے۔ کیونکہ اللہ رب العالمین نے اخبار کو قبول کرنے کے لیے اتصال سند کی شرط لگائی ہے، جبکہ مدلس کی معنعن روایت میں اتصال یا تو معدوم ہے یا مشکوک۔ فضیلۃ الشیخ حافظ زبیر علی زئی حفظہ اللہ نے اس بارے میں جامع مضمون تحریر فرمایا ہے۔ اللہ تعالیٰ انہیں جزائے خیر سے نوازے۔ اور انہوں نے جو موقف پیش فرمایا ہے ہمیں وہی کتاب اللہ کے اصول کے مطابق اقرب الی الصواب معلوم ہوتا ہے۔ راقم نے اس بارے میں استاذ محترم حافظ عبد المنان نور پوری رحمہ اللہ سے بارہا استفسار بھی کیے ہیں جن میں اسے ایک مکالمہ ''المکرم'' کے خصوصی شمارہ ''نور پوری نمبر'' میں شائع ہو چکا ہے۔ جسکا خلاصہ یہ ہے کہ حافظ نور پوری رحمہ اللہ بھی یہی نظریہ رکھتے تھے کہ مدلس راوی خواہ کسی بھی طبقہ سے تعلق رکھتا ہو جب تک تحدیث وسماع کی دلیل نہ ملے اسکی روایت مردود ہی ہوگی۔ اور حافظ ابو عمر و الدانی رحمہ اللہ کی تقسیم سے بھی تقریباً یہی بات مترشح ہوتی ہے۔ (۱/۱/۱۴۳۴ھ)

نبی ﷺ کا پیالہ مبارک

عاصم الاحول (تابعی) سے روایت ہے:

میں نے نبی ﷺ کا پیالہ (سیدنا) انس بن مالک (رضی اللہ عنہ) کے پاس دیکھا ہے، یہ پیالہ ٹوٹ گیا تھا تو انھوں نے اسے چاندی کے تار سے جوڑ دیا تھا، یہ چمکدار لکڑی کا بنا ہوا بہترین چوڑا پیالہ تھا۔

محمد بن سیرین (تابعی) بیان کرتے ہیں: اس پیالے کا حلقہ لوہے کا بنا ہوا تھا، (سیدنا) انس رضی اللہ عنہ نے ارادہ کیا کہ اس کے بدلے سونے چاندی کا حلقہ بنوالیں تو انھیں (ان کے سوتیلے ابا) ابو طلحہ رضی اللہ عنہ نے حکم دیا: ''لا تغیرن شیئاً صنعه رسول الله ﷺ'' رسول اللہ ﷺ نے جو کام کیا ہے اس میں ہرگز کوئی تبدیلی نہ کرو، تو انھوں رضی اللہ عنہ نے اپنا ارادہ چھوڑ دیا۔ (صحیح البخاری: ۵۶۳۸)

عبدالرشید عراقی

امام ابوبکر خطیب بغدادی رحمہ اللہ
(۳۹۲۔۴۶۳ھ)

امام ابوبکر خطیب بغدادی کا اسم گرامی احمد بن علی بن ثابت ہے۔۲۴/ جمادی الثانی ۳۹۲ھ بغداد کے قریب بستی قریہ درزیجان میں پیدا ہوئے، لیکن ان کی نشو ونما بغداد میں ہوئی۔اس لئے بغدادی کہلائے۔ (طبقات الشافعیہ۳/۱۲)

خطیب نے جن اساتذہ کرام سے مختلف علوم اسلامیہ میں استفادہ کیا ان کے اسماء گرامی علامہ ابن سبکی اور حافظ ذہبی نے اپنی کتابوں میں درج کئے ہیں۔

(طبقات الشافعیہ۳/۱۲، تذکرۃ الحفاظ۳/۳۳۱)

خطیب نے سماع حدیث کے لئے بصرہ، کوفہ، نیشاپور، رے، مکہ، مدینہ، دمشق اور اصفہان کے سفر کئے اور ہر شہر کے اساطین علم وفن سے اکتساب فیض کیا۔

(المنتظم ۸/۲۶۷، تذکرۃ الحفاظ۳/۳۳۶)

حدیث میں مقام ومرتبہ: خطیب تمام علوم اسلامیہ میں مہارت تامہ رکھتے تھے، لیکن حدیث میں ان کا مقام ومرتبہ بہت بلند تھا۔علمائے فن نے ان کے حفظ وضبط، عدالت و ثقاہت واتقان اور روایت ودرایت میں اعلیٰ وارفع ہونے کا اعتراف کیا ہے اور علمائے اسلام کا متفقہ فیصلہ ہے کہ حدیث رسول ﷺ کی معرفت، حفظ وضبط، اتقان اور فنون علل و اسناد، صحیح وغریب، فرد ومنکر اور سقیم وغیرہ معتبر روایات کی شناخت اور تمیز میں وہ آخری اور نامور محدث تھے۔

خطیب کی حدیث میں عظمت اور یکتائے روزگار ہونے کا اس سے اندازہ ہوسکتا ہے کہ وہ فن جرح وتعدیل اور احادیث کی شناخت وتمیز میں امام تسلیم کئے جاتے تھے۔ارباب سیر واخبار اور تذکرہ نگاروں نے لکھا ہے کہ بغداد میں امام دارقطنی کے بعد خطیب سے بڑا

حافظ حدیث پیدا نہیں ہوا۔

امام ابن عبدالبر قرطبی جو خطیب کے معاصر تھے، اپنے علمی کمالات کی وجہ سے حافظ مغرب کہلاتے تھے اور خطیب اپنے زمانہ میں حافظ مشرق کہلاتے تھے۔

ابن عبدالبر قرطبی کی تاریخ وفات ۳۰/ ربیع الثانی ۴۶۳ھ ہے۔

خطیب بغدادی کی تاریخ وفات ۷/ ذی الحجہ ۴۶۳ھ ہے۔

حدیث میں خطیب کی غیر معمولی بصیرت اور تحقیق کا ایک واقعہ علمائے اسلام نے لکھا ہے کہ ایک دفعہ کچھ یہودیوں نے جو خیبر میں رہتے تھے اور سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں شام کے اطراف و جوانب میں آباد ہو گئے تھے۔ خلیفہ کے سامنے ایک خط پیش کیا اور اس کے متعلق دعویٰ کیا کہ یہ خط پیغمبر اسلام سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے اور اس خط کے لکھنے والے سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ ہیں۔ اس خط پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مہر اور بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی شہادتیں بھی ثبت تھیں۔ اس خط کا مضمون یہ تھا کہ

"ہم نے یہود کے فلاں فلاں قبیلے سے جزیہ معاف کر دیا"

خلیفہ نے خط کی اصلیت کا پتہ لگانے کے لئے اس کو خطیب کے پاس بھیجا۔ خطیب نے اس خط کو جعلی قرار دیا اور اس کے جعلی ہونے کی وجہ یہ بتائی کہ اس میں سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اور سیدنا سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کی شہادتیں درج تھیں۔ حالانکہ فتح خیبر کے وقت سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ مسلمان نہیں ہوئے تھے۔ (سیدنا امیر معاویہ فتح مکہ کے موقع پر دائرہ اسلام میں داخل ہوئے تھے) اور سیدنا سعد غزوہ خندق میں شدید زخمی ہو گئے تھے اور ان کو ایسا کاری زخم لگا کہ وہ جانبر نہ ہو سکے۔ ان کی وفات غزوہ بنی قریظہ کے قریبی زمانہ میں ہو گئی تھی۔ اس لئے وہ فتح خیبر کے وقت زندہ ہی نہ تھے۔

(طبقات الشافعیہ ۳/ ۱۳، المنتظم ۸/ ۲۶۷، تذکرۃ الحفاظ ۳/ ۳۳۶، تاریخ ابن خلکان ۱/ ۳۶، کتاب الانساب ورق ۳۰۴، البدایہ والنہایہ ۱۲/ ۱۰۱، مقدمہ ابن صلاح ص ۱۹۲، بستان المحدثین (اردو) ص ۱۲۴)

دوسرے علوم اسلامیہ میں کمال: خطیب کو فقہ میں بھی کمال حاصل تھا۔ وہ بلند پایہ فقیہ

تھے۔ تاریخ ان کا خاص موضوع تھا۔ اس پر ان کی تصانیف شاہد ہیں۔ فن قراءت و تجوید و علوم قرآنی میں بھی ممتاز تھے۔

شعر و ادب کا عمدہ ذوق رکھتے تھے اور ان علوم میں یگانہ روزگار تھے۔ لغت و ادب میں بھی ان کو مکمل واقفیت تھی۔ (المنتظم ۸/۲۶۷، البدایہ والنہایہ ۱۲/۱۰۳، بستان المحدثین (اردو) ص ۱۲۵)

اخلاق و عادات: اخلاق و عادات کے اعتبار سے خطیب بلند مرتبہ و مقام کے حامل تھے۔ علمی کمالات کے ساتھ ان میں شان و شوکت، ظاہری وجاہت اور رعب و داب بھی تھا۔ بڑے باوقار، سنجیدہ و متین تھے۔ علامہ سمعانی کا بیان ہے:

"وکان مھیباً وقوراً انبلاً ثقة" ذی ہیبت، باوقار، پُرعظمت اور ثقہ و سنجیدہ آدمی تھے۔

(کتاب الانساب ورق ۲۰۴)

خطیب زہد و ورع، تقویٰ و طہارت، عبادت و ریاضت، انفاق فی سبیل اللہ، میں بہت زیادہ بڑھے ہوئے تھے۔ تلاوت قرآن مجید بہت زیادہ کرتے تھے۔ تصنیف و تالیف اور مطالعہ حدیث میں بھی ان کا کوئی ہم پلہ نہ تھا۔ مستجاب الدعوات تھے۔ حج بیت اللہ کے لئے تشریف لے گئے۔ تو زمزم کا پانی پی کر اللہ تعالیٰ سے تین باتوں کی دعا کی:

اول: میری کتاب تاریخ بغداد کو شرف قبول اور حسن اعتبار حاصل ہو۔

دوم: جامع منصور بغداد میں مجھے حدیث رسول اللہ ﷺ کی تعلیم و تدریس کی توفیق میسر آئے۔

سوم: میری قبر بشر حافی کے ساتھ ہو۔

اللہ تعالیٰ نے ان کی تینوں دعاؤں کو شرف قبولیت بخشا۔ (تذکرۃ الحفاظ ۳/۳۲۲)

اللہ تعالیٰ نے خطیب کو مال و دولت کی فراوانی عطا فرمائی تھی۔ اس لئے ان کی دولت غرباء اور مساکین اور نادار لوگوں کے لئے وقف تھی۔ بہت زیادہ سخاوت کرتے تھے، علماء اور اہل علم لوگوں کی خدمت میں خطیر رقم پیش کرتے تھے۔ حافظ ابن عساکر اور حافظ ذہبی نے اپنی کتابوں میں لکھا ہے کہ "خطیب نے اپنی وفات سے قبل اپنا سارا مال و اثاثہ محدثین، فقہا اور فقراء میں تقسیم کر دیا۔ اور اپنا کتب خانہ مسلمانوں کے لئے وقف کر گئے۔ اور یہ بھی

وصیت کی کہ مرنے کے بعد جسم کا کپڑا صدقہ وخیرات کر دیا جائے۔

(تبیین کذب المفتری ص ۲۶۸، تذکرۃ الحفاظ ۳/۳۳۴)

وفات: خطیب رمضان ۴۶۳ھ میں بیمار ہوئے یہاں تک کہ ۷/ ذی الحجہ ۴۶۳ھ کو ۷۱ سال کی عمر میں اس دارفانی سے کوچ کیا۔ إنا لله و إنا إليه راجعون.

ان کے جنازہ میں ان کے استاد مشہور فقیہ شیخ ابو اسحاق شیرازی بھی شریک تھے۔ جنازہ میں کثیر لوگوں نے شرکت کی اور ایک جماعت یہ منادی کر رہی تھی: یہ اُس شخص کا جنازہ ہے جو رسول اللہ ﷺ کی جانب سے سینہ سپر ہو کر آپ کی طرف سے کذب وافتراء کی تردید کرتا تھا اور آپ کی حدیثوں کو یاد کرتا تھا۔ (تاریخ ابن خلکان ۱/۴۶، تذکرۃ الحفاظ ۳/۳۳۹)

تصانیف: خطیب کثیر التصانیف مصنف تھے۔ ان کی کتابیں گوناگوں مسائل ومباحث اور مفید تنوع معلومات پر مشتمل ہیں۔ حافظ ابن جوزی ان کی تصانیف کے بارے میں لکھتے ہیں: جو شخص ان کا بغور مطالعہ کرے گا، وہ خطیب کی قدر ومنزلت اور عدیم المثال کارنامے کا اعتراف کرے گا، انھوں نے ایسا عظیم علمی یادگار ذخیرہ چھوڑا ہے جو ان سے پہلے کوئی اور محدث وعالم انجام نہ دے سکا۔ (المنتظم ۸/۲۶۶)

مولانا ضیاء الدین اصلاحی نے خطیب کی (۷۳) کتابوں کے نام اپنی کتاب تذکرۃ المحدثین میں درج کئے ہیں، ویسے مورخین نے آپ کی تصانیف کی تعداد ایک سو سے زیادہ بتائی ہے۔ خطیب کی چند مشہور کتابوں کے نام درج ذیل ہیں:

(۱) کتاب اقتضاء العلم (۲) کتاب شرف اصحاب الحدیث (اس کتاب کا اردو ترجمہ مولانا محمد بن ابراہیم جوناگڑھی نے کیا تھا اور ۱۳۴۵ھ میں محبوب المطابع میں چھپا۔ اس میں حدیث کے ناقلین اور راویوں کے مراتب وفضائل کے متعلق احادیث وآثار اور علمائے اسلام کے اقوال درج کئے گئے ہیں۔ [تذکرۃ المحدثین ۲/۳۰۳])، (۳) کتاب الکفایہ

(۴) تاریخ بغداد (یہ کتاب مدینۃ الاسلام بغدادؒ کی تاریخ ہے۔ اس میں اس کی آبادی اور تعمیر کا ذکر اور یہاں مشاہیر واعیان، واردین، علماء وفضلاء کا تذکرہ ہے۔ [تاریخ بغداد ۱/۳])

اس کتاب میں (۸۴۱۷) مشاہیر رجال کا جو مختلف طبقوں سے تعلق رکھتے ہیں تذکرہ ہے۔ یہ کتاب ۱۲ جلدوں میں ۱۳۴۹ھ بمطابق ۱۹۳۱ء میں قاہرہ (مصر) سے شائع ہوئی۔ صفحات کی مجموعی تعداد (۶۷۹۱) ہے۔

نبی ﷺ کے برحق وارث محدثین کرام ہیں

عبدالحئی لکھنوی صاحب نے لکھا ہے: "وهذا هو مذهب جماعة من المحدثين جزاهم الله يوم الدين، ومن نظر بنظر الإنصاف و غاص في بحار الفقه والأصول مجتنبًا عن الإعتساف يعلم علمًا يقينيًا إن أكثر المسائل الفرعية والأصلية التي اختلف العلماء فيها فمذهب المحدثين فيها أقوى من غيرهم، وإني كلما أشير في شعب الإختلاف أجد قول المحدثين فيه قريبًا من الإنصاف، فلله درهم وعليه شكرهم، كيف لا وهم ورثة النبي ﷺ حقًا و نواب شرعه صدقًا حشرنا الله في زمرتهم وأماتنا على حبهم و سيرتهم " یہ ہے محدثین کی جماعت کا مذہب، اللہ انھیں قیامت کے دن جزائے خیر دے۔ جو شخص انصاف کی نظر سے دیکھے، تعصب اور بے راہ روی سے بچتے ہوئے فقہ واصول کے سمندروں کی غوطہ زنی کرے، وہ اس کا یقینی علم رکھتا ہے کہ اکثر فروعی واصولی مسائل جن میں علماء کا اختلاف ہے، ان میں دوسروں کے مقابلے میں محدثین کا مسلک سب سے زیادہ قوی ہے۔ میں جب اختلاف کی گھاٹیوں کی طرف اشارہ کرتا ہوں (اور چلتا ہوں) تو محدثین کا قول (ہی) انصاف کے قریب پاتا ہوں۔ یہ خوبی وکمال اللہ ہی کی طرف سے ہے اور وہی انھیں اجر دے گا۔ ایسا کیوں نہ ہو، وہی تو نبی ﷺ کے برحق وارث اور آپ ﷺ کی شریعت کے سچے نمائندے ہیں۔ اللہ ہمیں انھی (محدثین) کے گروہ میں اٹھائے اور ہمارا خاتمہ انھی کی محبت وسیرت (کی اقتداء) پر ہو۔ (امام الکلام ص ۲۱۶)

ادارہ تبلیغِ اسلام جام پور کی طرف سے اہم اعلان

اہل حدیث کے امتیازی مسائل پر مشتمل مکمل سیٹ مفت منگوائیں

ادارہ تبلیغ اسلام جام پور کی طرف سے، اہل حدیث کے امتیازی مسائل پر مشتمل فور کلر خوبصورت اور مدلل سات اشتہار کا درج ذیل سیٹ مفت زیر تقسیم ہے۔

۱۔ کیا اللہ کے سوا کوئی اور مشکل حل کرنے پر قادر ہے؟
ایک سوال کی دس 10 شکلیں

۲۔ نماز میں پاؤں سے پاؤں ملانے اور سینے پر ہاتھ باندھنے کا ثبوت

۳۔ اہمیت نماز اور بے نماز کا انجام

۴۔ نماز روزہ کے محمدی دائمی اوقات

۵۔ نبی ﷺ سے آمین بالجہر کا ثبوت

۶۔ سورۂ فاتحہ خلف الامام

۷۔ اثبات رفع الیدین

ملک بھر کی تمام مساجد اہل حدیث کے منتظمین حضرات مکمل سیٹ مفت منگوائیں اور فریم کروا کر اپنے زیر انتظام مساجد و دینی مراکز میں نمایاں جگہ پر آویزاں کریں۔

یہ اشتہارات مساجد و مراکز کی زینت اور مسائلِ حقہ کی ترویج کا بہترین و مؤثر ذریعہ ہیں۔ ڈاک خرچ ادارہ خود برداشت کرے گا۔

رابطہ بذریعہ فون صبح سات بجے سے دس بجے تک

نوٹ: فریم کروا کر آویزاں کرنے کا تحریری وعدہ آنا ضروری ہے۔

محمد یٰسین راہی مدیر ادارہ تبلیغ اسلام جام پور ضلع راجن پور پنجاب پاکستان

0333-8556473

Monthly ZARB-E-HAQ Sargodha

اعلان برائے تعمیر مساجد و نلکہ جات

جامعہ اسلامیہ وعلوی ٹرسٹ سابقہ کاوش کے ساتھ اہل حدیثوں کی خدمات میں سرگرم عمل ہے۔ مساجد و نلکہ جات کے نئے پروگرام کے مطابق ادارہ ہذا نئی درخواستیں جمع کر رہا ہے۔ جو فرد اپنی درخواست جمع کروانا چاہتا ہے تو وہ بذریعہ ای میل فارم منگوا سکتا ہے اور فارم پر کر کے بذات خود جمع کروانے کے بعد ٹوکن حاصل کرے۔

شرائط و ضوابط

- مسجد فارم مکمل پر کریں، نامکمل فارم قابل قبول نہیں۔
- کسی جید عالم دین کا تزکیہ ساتھ لگائیں۔
- مسجد کی جگہ مسجد اہل حدیث کے نام وقف ہو۔ انتقال / رجسٹری ہونا ضروری ہے۔
- وقف نامہ / بیان حلفی کم از کم 100 روپے کے اشٹام پر تحریر کروائیں۔ تمام ممبران کے شناختی کارڈ کی فوٹو کاپیاں تصدیق شدہ فارم کے ساتھ لف کریں۔

نوٹ نامکمل درخواست کسی سفارش کے ساتھ بھی قبول نہیں کی جائے گی اور بذریعہ ڈاک وصول ہونے والی درخواست پر ٹوکن جاری نہیں کیا جائے گا۔

درخواست جمع کروانے کی تاریخ: 15-12-2012 تا 30-01-2013

فارم منگوانے کے لیے ای میل ایڈریس

jislamiak@yahoo.com

رابطہ کے لیے فون نمبر: 0336-6060444

0454-720004

فارم جمع کروانے کے لیے ادارے کا پتہ

ادارۃ المشاریع المعھد الشرعی آفیسر کالونی،

مظفر گڑھ روڈ نزد عمر حسن پٹرولیم جوہر آباد، خوشاب

منجانب: خالد شاہ محمد علوی رئیس ادارۃ المشاریع والبرامج الدعویۃ

آفیسر کالونی، مظفر گڑھ روڈ، نزد عمر حسن پٹرولیم، جوہر آباد، خوشاب